۳۸

فلسفۂ قدیم

علم اور اسلام

از قاضی احمد میاںؒ

فرانس کے مشہور فلسفی ارنسٹ رینان کے لکچر "علم و اسلام" اور اُسکے
رد کا ترجمہ

از

قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

معارف پریس اعظمگڈھ میں چھپا

۱۳۵۳ھ
۱۹۳۴ء

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

دیباچہ
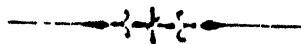
۱۸۸۳ء میں فرانس کے مشہور فلسفی اور ماہر السنۂ سامیہ ارنسٹ رینان (E. R-
enan) نے پیرس کی سوربون (Sor Bonne) یونیورسٹی میں "اسلام اور علم"
(Islamism el la Science) کے موضوع پر ایک خطبہ (لکچر) دیا تھا،
جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اسلام علوم اور تمدن کا مخالف ہے؛
فقید المشرق علامہ شیخ جمال الدین افغانی مرحوم نے جو اسی زمانے میں پیرس میں مقیم تھے،
رینان کے اس لکچر کا رد لکھا تھا جو پہلے فرنچ رسالے دیبا (Journal Des-
Debats) میں شائع ہوا، اور اس کے بعد فوراً ہی رینان کے لکچر کے عربی ترجمہ کیساتھ
جو حسن آفندی عاصم نے کیا تھا، قاہرہ سے شائع ہوا، شیخ کے رد کا رینان نے جواب لکھا
ہے، اور یہ دونوں جرمنی میں ۱۸۸۳ء میں باعتنا Basel Bernheim
شائع ہو چکے ہیں۔ رینان کے لکچر کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، ماخذ کتاب

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد اول ص ۹-۱۰۱۱،

"Poetry of The Celtic Races & other Studies"

کے ساتھ شایع ہو چکا ہے،

سید امیر علی مرحوم (پی سی) نے اپنی کتاب "اسپرٹ اوف اسلام" کے ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۴۰۲ صفحہ ۴۰۴ مین رینان کے خطبے اور شیخ جمال الدین کے رد کا ذکر کیا ہے۔ اور شیخ کے رد کے جواب مین رینان نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک طول اقتباس بھی نقل کیا ہے علاوہ ازین رینان کے اس اعتراض کا بھی انھون نے جواب دیا ہے، کہ عربون مین الکندی کے سوا کوئی فلسفی نہین ہوا،

شیخ کے علاوہ رینان کے اس لکچر کا رد اُس کے ایک ہموطن موسیو ممکر نے، جو اس زمانہ مین سفارت مصریہ کا صدر تھا، فرانسیسی زبان مین لکھا ہے، چنانچہ اصل خطبہ اور ممکر کے رد کو مصر کے ایک عالم یوسف علی مہندس نے عربی مین ترجمہ کرکے ایک ساتھ کتابی صورت مین شائع کیا ہے، اس کے شروع مین ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جسمین رینان کے مختصر حالات بھی قلمبند کئے ہین، اور کہین کہین ذیلی حواشی بھی اضافہ کئے ہین،

جہان تک مجھے معلوم ہے رینان کے خطبہ یا اس کے رد کا ترجمہ اب تک اردو مین بالواسطہ یا بلاواسطہ نہین ہوا، اس لئے سنہ ۱۹۲۶ء مین میرے دوست مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

"اصلاحی" (ساکن ضلع اعظم گڈھ) نے میری استدعا پر وست ملی ھندس کے عربی ترجمہ سے
زبان کے لکچر کا اردو مین ترجمہ کیا تھا، جو رسالہ زبان (منگرول) کے تین نمبرون جولائی،
اگست، ستمبر ۱۹۲۶ء مین میرے ایک نوٹ کے ساتھ بالاقساط شائع ہو چکا ہے،
اس کے ساتھ ہی میرا ارادہ تھا کہ بفحوائے الحدید یقطع بالحدید موسیو سمر کے
رد کا اردو مین ترجمہ کر دون، مگر بعض مصروفیتون کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ ہو سکی،
پچھلے دنون مجھے اس کے ترجمہ کا خیال پیدا ہوا، اور مین نے اوقات فرصت مین اسکو
اردو مین منتقل کر دیا، جو رسالہ "تسنیم" (آگرہ) کے دو نمبرون (بابت اپریل و مئی ۱۹۳۲ء)
مین شائع ہوا، اور اس وقت کتابی صورت مین قارئین کرام کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے،
اگرچہ موسیو سمر کا یہ جواب کچھ سیاسی اغراض اور کچھ حق و صداقت کے خیال سے
لکھا گیا ہے، باایںہمہ اس مین آپ وہی جوش مدافعت ملاحظہ فرمائین گے جو ایک سچے
مسلمان کے قلم سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

اختر۔ جوناگڈھی

حیاتِ رینان،

۲۷ فروری ۱۸۲۳ء کو شہر ٹریگویر (Treguier) کے خاندان رینان میں ایک متوسط الحال والدین کے ہان ایک بچہ پیدا ہوا، اس بچہ کی عمر ابھی پانچ برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور باپ نے ہنریٹ نامی ایک سترہ سالہ بہن کے سوا کوئی چیز بطور میراث کے نہ چھوڑی،

اس بچہ کا نام ارنسٹ ہے. جو آگے چل کر فرانس بلکہ یورپ کے معدودے چند مشاہیرِ علما میں شمار کیا گیا،

تعلیم

ارنسٹ کے لئے اکلیروس کے گرجا کے مدارس یتامیٰ کے علاوہ جو اسکے شہر مین جاری تھے تعلیم کی کوئی صورت نہ تھی، چنانچہ پندرہ سال کی عمر مین اس نے ٹریگویر (Treguier) کے تمام خیراتی مدارس کی تعلیم ختم کر لی جس کے بعد وہ کلیۃ القدیس نقولہ مین داخل ہو گیا، یہان رینان کو اشیا دکائنات، ان کی ماہیت اور ان کے علل و اسباب پر غور و فکر کرنے کا

خیال پیدا ہوا، اور اس نے کلماتِ سحر سے اس کی ابتدا کی جس کے ساتھ ہمارے
علما، اور فلاسفہ کو قدیم عشق ہے،

فلسفہ کی تحصیل

سنہ ۱۸۴۰ء مین مدرسۂ ایسی (ریسہ مدرسہ عل) مین داخل ہوا جہان
اس نے ریڈ اور مالبرانچ کا فلسفہ پڑھنا شروع کیا، پھر حکماے
جرمنی مثلاً ہیگل، کانٹ، اور ہرڈر کے فلسفہ کی تحصیل کی، اس زمانہ مین وہ اپنی بہن کو
ایک خط مین لکھتا ہے کہ

"فلسفہ حقایق اشیا پر بحث و تمحیص کے لئے انسانی قوتون کو ابھارتا ہے لیکن یہ
ابھی صرف نصف صدی سے مروج ہے، اور میری تمام توجہ علوم ریاضیات پر مرکوز ہے"

لیکن ہمارے اس نوجوان فلسفی نے اپنے شکوک کا حل ریاضیات مین نہین بلکہ
علم اللغات مین پایا، اس لئے وہ سان سولپیس کالج مین داخل ہو گیا، جو علم الالسنہ
کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مشہور ہے، وہان وہ ملل قدیمہ کی زبان یعنی عبرانی کی تحصیل
مین مصروف ہو گیا، اب رینان پوری ذہانت کے ساتھ مذہبی کتب کی حقیقت
اور ان کے اصول پر غور و فکر کرنے لگا اور اس مین اسے علوم الیقینیات یعنی منطق
اور ریاضیات سے بڑی مدد ملی اس نے دیکھا کہ سفرنامۂ اشعیاء (ISAIOH)
کا دوسرا حصہ نہ صرف اسلوب بیان اور زبان کے لحاظ سے بلکہ تاریخی حیثیت سے

بھی مختلف ہے، اور سفر دانیال تو محض ایک قصہ گو کی حیثیت رکھتا ہے، جو قدیم اور موضوع ہے،
ریان کے نزدیک آسمانی کتب کا معیار صداقت یہ ہے کہ کسی آسمانی اور الہامی کتاب
مین اگر ایک غلطی بھی تسلیم کر لیجائے تو اسکے پورے حصہ پر فاسد کا حکم لگایا جائیگا"

مذہب اور فلسفہ کا موازنہ

فلسفہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد ریان سوکیس کالج مین ریان
ہمیشہ مذہب اور فلسفہ پر بحث کیا کرتا اور دونون کا آپس مین موازنہ بھی کرتا تھا
اور اسی زمانہ مین اس نے ابو العلا معری فلسفی کے اس خیال کی تردید کی کہ

کرامة لعبت بها جهالها ــــ فتنطست من قبل فی تعذیبها
کتنی مذہب (مذاہب) ہیں کہ انکے جاہل ــــ اور پہلے سے انکے عذاب کی جستجو
(داعیون) نے ان کو بازیچہ بنایا، ــــ مین پڑ گئے،

العقل یلجئها الی تصدیقها ــــ والعقل یحملها علی تکذیبها
خود ان (مذاہب) کی تصدیق پر مجبور کرتا ہو ــــ اور عقل انکی تکذیب پر آمادہ کرتی ہے،

وجبلة الناس الفساد فضل من ــــ یسمو بحکمته الی تهذیبها
انسانون کی سرشت ہی مین فساد ہے پس وہ ــــ اپنی عقلمندی سے فطرت انسانی کی تہذیب
شخص گمراہ ہے ــــ کی طرف متوجہ ہوا۔

جب اسکے خیالات کی اشاعت ہونے لگی تو اسے اکلیروس (کلرجی) والون کے ہاتھون مطلن

ہوکر مسائل پر بحث کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اِس لئے وہ سان سولپیس کالج کو خیرباد کہکر اسٹانسلاس کالج
میں گیا جہاں اسے آزادی اور اطمینان کیساتھ اپنے خیالات کی اشاعت کی امید تھی اسلئے کہ یہ مدرسہ کلیسا کے
مذہبی گرجا کا نہ تھا لیکن چونکہ یہ کالج سلسلۂ مدارس اکلیروس کی آخری کڑی تھا وہاں اسے محسوس ہورہا تھا کہ وہ
اپنے اظہار خیالات میں اکلیروس کا بڑی حد تک پابند ہے۔ لہذا یہاں بھی اسے پوری مسرت نصیب نہ ہوئی۔ اسلئے
وہ مذہبی زندگی سے بالکل کنارہ کش ہوکر موسیو کروزیہ کے مدرسہ شبینہ (NIGHT SCHOOL) میں
صدر مدرس کے عہدہ پر مامور ہوگیا۔ اور دن کا پورا وقت السنہ سامیہ وغیرہ کی تحصیل میں صرف کرنے لگا۔
۱۸۴۷ء میں اس نے پیرس اکاڈمی سے سند فضیلت حاصل کی اور اسے اجرجیہ فی الفلسفہ (ڈاکٹر آف فلاسفی)
اپنی تالیف "تاریخ مقارنۃ اللغات السامیۃ" کے صلہ میں اجراجیہ فی الفلسفہ کی ڈگری حاصل کرتا ،
کی ڈگری ملی۔ اور ۱۸۴۹ء میں فرانسیسی گورنمنٹ نے اسے اٹلی کی ایک علمی مہم پر بھیجا۔ خدمت
مفوضہ کی تکمیل کے بعد رینان واپس آکر پیرس کی پبلک لائبریری میں ملازم ہوگیا۔ اور اپنی بہن
ہنریٹ کیساتھ رہنے لگا۔ پروفیسر رینان اکثر مسائل پر غور و فکر کیا کرتا۔ اور رسالہ "العالمین"
(REVUE DES DEUX MONDES) اور اخبار الڈیبا (DEBOTS) میں
اپنے مسلسل مضامین مذہبی تاریخی اور اخلاقی شائع کراتا رہا۔ ۱۸۵۲ء میں اس نے اپنی کتاب ابن رشد
اور اسکا فلسفہ شائع کی جس کے صلہ میں اسے ڈاکٹری کی ڈگری ملی اور یورپ میں اسکی شہرت کو
چار چاند لگ گئے اسیوقت سے رینان کا شمار فرانس کے اکابر فلسفہ میں ہونے لگا۔ ۱۸۵۵ء میں

ماہر علوم السنہ قواطرمیر (Quatremere) کا انتقال ہوا تو السنہ سامیہ کی
پروفیسری کا عہدہ خالی ہوا، اس زمانہ مین فرانس بھر مین رینان کے سوا ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو
اس عہدہ کا اہل سمجھا جاتا ، مگر فرانس کا کیتھولک فرقہ رینان جیسے ملحد شخص کا ایک ایسے مذہبی
عہدہ پر تقرر کسی طرح منظور نہین کر سکتا تھا، اور نہ کیا، لیکن امپراطور فرانس رینان کے رسالے
اور مضامین پڑھکر اسکی بے نظیر قابلیت سے واقف ہو گئے، اور اسے فلسطین کی مہم آثار قدیمہ پر بھیجنا
چاہا، رینان نے بھی اسکو قبول کر لیا اور اپنی بہن ہنریٹ کو ساتھ لیکر روانہ ہو گیا، یہ واقعہ ۱۸۶۰ء
کے موسم گرما کا ہے، ۲۴ ستمبر ۱۸۶۱ء کو مقام ایشط مین اسکی بہن کا انتقال ہو گیا، مس ہنریٹ کی موت نے
رینان سے ایک قوی الارادہ نرم دل اور شفیق بہن چھین لی جو اسکے تمام اعمال زندگی مین بہترین
معاون اور اسکی مربی تھی، بہن کی مفارقت نے اسے اس قدر نڈھال اور حواس باختہ کر دیا کہ رینان اسکا
مرثیہ بھی نہ لکھ سکا، اور جہاز پر سوار ہو کر وطن روانہ ہو گیا، جہاز مین اسکی حالت نہایت خراب تھی، اکثر شدت
تکلیف سے غشی اور بدحواسی طاری رہتی تھی، اگر سمندر کی فرحت زا ہوا اسکے قویٰ کو بحال اور تازہ کر کے
کسی قدر اس کا غم غلط نہ کر دیتی تو قریب تھا کہ وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا، فرانس پہنچنے پر
وزیر تعلیمات نے فرنچ کالج مین السنہ سامیہ کی پروفیسری کے عہدہ پر اسے فائز کر دیا۔

السنہ سامیہ کی پروفیسری پر رینان نے جو اپنا پہلا لکچر دیا، اس مین اس نے تصریح کی کہ حضرت
مسیح علیہ السلام خدا نہین ہین، بلکہ وہ صرف ایک بے مثل انسان تھے، اس زلزلہ خیز آواز نے

کیتھولک گرجاؤن مین تہلکہ ڈال دیا، اور انھون نے رائے عامہ (پبلک) کو اسکے خلاف ابھارا، اور اس طرح ثابت کر دیا کہ رینان کے لکچرون سے امن عامہ مین خلل پڑنیکا اندیشہ ہے، چنانچہ اسکی زبان بندی کا حکم نافذ ہوگیا، اور اس کے لکچر موقوف ہوگئے،

۱۱ جون ۱۸۶۴ء کو پروفیسر رینان نے پیرس کے اخبارات مین پڑھا کہ اسے السنہ سامیہ کے عہدۂ پروفیسری سے پیرس پبلک لائبریری کی سکریٹری شپ کے عہدہ پر منتقل کر دیا گیا ہے،

پروفیسر موصوف نے اس جدید عہدہ کو قبول نہ کیا، اور اس کے بجائے وہ بطور ایک مصنف کے صرف اپنے قلم کو ذریعۂ معاش بنا کر آزادانہ زندگی بسر کرنے لگا، فرانس کی علمی مجالس (سوسائٹیون) نے رینان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا، اور ۱۸۷۹ء مین "المجمع العلمی الفرانساوی" نے اسے اپنا رکن منتخب کیا اور ساتھ ہی فرانس کالج کا نگران بھی مقرر کیا، اور اسکے علم وفضل کے اعتراف مین اسے ایک تمغہ دیا، اور اس نے اپنی بقیہ عمر ایک ممتاز اور بلند پایہ محسن علم کی حیثیت سے بسر کی جو غربا اور مساکین اور حاجتمندون کے ساتھ نہایت ہمدردی اور رحمدلی کیساتھ پیش آتا تھا جب اس کا انتقال ہو رہا تھا، تو اس نے نہایت اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ کہا کہ

"اسوقت مین اپنا فرض پورے طور پر ادا کر چکا ہون اسلئے میری یہ موت مبارک اور مسعود موت ہے جبکہ یہ بالکل بدیہی حقیقت ہے کہ دنیا مین کسی چیز کو موت سے مفر نہین ہے"

یہان تک تو موسیو رینان کے حالات زندگی تھے اب ہم اس کے فلسفہ اور خیالات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہین،

پروفیسر رینان فرانسیسی مصنفین مین اپنی مخصوص فصاحت و بلاغت اور طلاقت کلام اور اہم مباحث و مضامین کے لحاظ سے جسے قوم نے ہاتھون ہاتھ لیا ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اسی لئے اسکی تصنیفات، تالیفات اور رسائل کا شمار فرانس کے کثیر الاشاعت اور ہر دلعزیز لٹریچر مین ہوا، اور پبلک مین انھین یہان تک اعتبار حاصل ہوا کہ اسکی بعض کتابون (مثلاً البسرۃ المسیحیہ) کے چوتھے اڈیشن تک کی نوبت آئی جسکا شمار فرانس کی اعلی الطبع کتابون مین ہے، اسکی کتاب "تذکار الصبا و الطفولیۃ" اور کتاب "تحقیق دہریت" بھی اسی قسم کی کتابین ہین جو چودہ چودہ مرتبہ چھپین،

پروفیسر رینان اپنے زمانہ مین مذہبیات کا سب سے بڑا عالم تھا اور سامی السنہ، علوم، تاریخ، معتقدات اور اخلاق کی زبردست واقفیت کے ساتھ مذہبی مسائل پر نہایت آزادی کے ساتھ بحث کیا کرتا تھا جیسا کہ آیندہ اوراق مین نظر آئیگا،

جب وہ کسی مسئلہ کی مدافعت کرتا ہے وہ اپنے ضمیر اور وجدان کے فیصلہ سے (تقلید یا آبائی عقیدہ سے نہین) ضروری سمجھتا تو اسکو اس خوبی سے انجام دیتا کہ علماے یورپ مین معدودے چندہی لوگ ایسے ہین جو اس درجہ کو پہنچ سکتے ہین،

رینان کی حالات زندگی مین سب سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جسنے اپنی تمام زندگی گرجا کی چار دیواریون اور حجرون مین بسر کی اور وہ پہلا شخص ہے جسنے اپنی مذہبی کتب اور اصول کا بہ نظر تحقیق مطالعہ کیا، اور وہ پہلا شخص ہے جسنے انجیل کی اصل زبانون کو پڑھا اور اسمین دستگاہ کامل پیدا کی، باوجود ان تمام باتون کے وہ پہلا شخص ہے جس نے دین مسیحی کو خیرباد کہا،

میرے خیال مین رینان کے ارتداد کی وجہ یہ نہین ہے کہ مسیحی پادری فلسفہ کے مخالف تھے، بلکہ بڑی اور اصل وجہ یہ ہے کہ اوس نے غیر مذہب کی تعلیمات اور اصول سے واقفیت پیدا کی، اور پھر اون کا آپس مین موازنہ کیا، ع

وبضدہا تتمیز الاشیاء

اور یہی اصول موازنہ ہے، جسے حکماے اسلام (فلاسفۂ اسلام) نے میزان قرار دیا ہے اسلئے کہ انھون نے مذہب اسلام کو تقلیداً یا وراثۃً قبول نہین کیا تھا، جیسا کہ بعض ان لوگون کا خیال ہے، جنھون نے فلاسفۂ اسلام کی کتابین نہین دیکھی ہین، بلکہ انھون نے اسلام کو اس صداقت کی وجہ سے قبول کیا تھا جو انھین اسلام اور دیگر مذاہب مین موازنہ کرنے کے بعد نظر آئی تھی،

خلاصہ یہ کہ پروفیسر رینان نے ایک مذہبی مصلح (ریفارمر) کی طرح تجدید مسیحیت کے

سلسلہ مین عظیم الشان خدمات انجام دین اور قوم کو حقیقی مسیحیت کی دعوت دی جو اس کے خیال کے مطابق عقاید کے لحاظ سے توحید باری تعالیٰ بلا شرکت غیرے اور اعمال کے لحاظ سے صفائی باطن اور پیروی حق و انصاف پر مشتمل ہے،

موسیو رینان نے قدیم مسیحی کتابون کی بحث و تمحیص کرکے پرخچے اڑا دیئے اور عقل و درایت کو حکم قرار دیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے زبردست اور خالص اصول توحید کو تسلیم کرنا پڑا،

اور یہی وہ نکتہ ہے جہان سب کو سرنگون ہو جانا پڑا ہے، چاہے وہ اسلام کے فلاسفہ و متکلمین ہون یا یورپ کے روشن خیال مسیحی مصنفین اور دہریئے، لیکن اس بات کی دلیل کہ کائنات عالم کا کوئی خالق اور رب ہی ہے یہ ہے کہ خود عقل انسانی کسی طرح یہ تسلیم نہین کرتی کہ کائنات کی علت صرف مادہ ہو جو محض ایک جسم بیجان ہے، یا متکلمین کے الفاظ مین یون کہئے کہ بغیر موثر کے کسی اثر کا پایا جانا [illegible] ممکن ہے، اور یہی تقاضائے عقل بھی ہے، رینان کی یہ ایک فلسفیانہ رائے ہے کہ کائنات اور انسان کی ترقی جس پر تمام مباحث فلسفہ کا مدار ہے، صرف عقلی اور دماغی فلسفہ سے ناممکن ہے بلکہ یہ بات علوم جیسے مثلاً ریاضیات، طبعیات، کیمیا، تاریخ، اور علم الالسنہ سے حاصل ہو سکتی ہے،

اسلام کے متعلق رینان کی خاص رائے اس کے اس قول سے صاف ظاہر ہوتی ہے، وہ کہتا ہو کہ

"اپنی زندگی مین جب کبھی مین مسلمانون کی مسجدون مین داخل ہوا ہون تو مین نے اپنے اندر اسلام کی طرف ایک خاص کشش محسوس کی ہو. بلکہ مجھے اپنے مسلمان نہ ہونے پر افسوس ہوا ہی"

رینان اپنی کتاب "ابن رشد اور اسکا فلسفہ" کے صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہو کہ

"ہمارے پاس ابن رشد کو ایک مخلص مسلمان نہ تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت مین کہ اسلام کے متعلق جو کچھ تھوڑی بہت معلومات ہمین حاصل ہین ان کو اسلام کے خالص عقائد اور تعلیمات سے کوئی تعلق نہین اور خود اسلام ہی ان باتون کو غیر معقول اور لغو قرار دیتا ہے، اسلام کے عقاید تو نہایت صاف ستھرے اور سیکھ خیالات کا مجموعہ ہین"

جو شخص رینان اور امام غزالیؒ کے حالات کا باہم مقابلہ کریگا اسے نظر آئیگا کہ رینان یورپ کا غزالی تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ اول الذکر نے مذہب کو چھوڑ کر تسکین قلب پائی، اور موخر الذکر کو یونان کی پیچ در پیچ گتھیون سے الگ ہو کر مذہب مین راہ حق ہاتھ آئی۔

موسیو رینان کا لکچر،

آج مین آپ لوگون کے سامنے ایک اہم اور دقیق علمی مسئلہ پر بحث کرنا چاہتا ہون،
جس کی تحقیق نہایت ضروری ہے، اس لئے کہ مورخین کی سہل انگاری نے اس مین بہت
کچھ غلط فہمی پیدا کر دی ہے،

مورخین نے بلا سمجھے بوجھے محض سہل انگاری سے کام لیکر بعض خاص خاص چیزون
کو خاص خاص اقوام سے منسوب کر دیا ہے، جس سے اصل حقیقت پر بہت کچھ پردہ پڑ گیا ہی،
مثلاً انھون نے یونانی رومی اور عرب سے ان اقوام کو اس طرح تعبیر کیا ہے، گویا وہ اپنے
اصل حالات اور خصائص پر قائم ہین، انھون نے اسکی بالکل پرواہ نہین کی کہ امتداد
زمانہ نے ان کے حالات مین بہت کچھ تبدیلی پیدا کر دی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ اپنے
قدیم اور گذشتہ حالات سے یکسر متبائن و متغائر ہو گئی ہین، اور ملکی فتوحات، مذہبی انقلابات
اور دوسرے اہم واقعات و تصرفات جو نوع انسان کی تاریخ مین آئے دن پیش آیا
کرتے ہین، اس عظیم الشان اور زبردست انقلاب کا باعث ہوئے ہین،

حالات کا اقتضا ہو کہ ہم اس مسئلہ مین نہایت امعان نظر او عمیق غور و فکر سے

کام لین۔ مثال کے طور پر ہم اہل فرانس زبان کے اعتبار سے رومی، تہذیب اور تمدن کے اعتبار سے یونانی اور مذہب کے اعتبار سے یہودی ہین، یہ اور قومون کا خاندانی اور نسلی امتیاز باوجود اپنی زبردست اہمیت اور اپنی اصل کی واقفیت کے مرور حوادث، امتداد زمانہ اور انقلاب اقوام سے اثر پذیر ہوتا رہتا ہی مثلاً یونانیون کا تمدن، رومیون اور جرمنون کی فتوحات، عیسائیت اور اسلام کا ظہور، زمانہ اشاعت علوم عہد فلسفۂ جدیدہ اور انقلاب فرانس، اس قسم کے حوادث اور واقعات جب دنیا مین رونما ہوتے ہین، تو قومون کی امتیازی خصوصیات اور ان کے ممتاز عادات واطوار مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے، بلکہ اون کی خصوصیتین بڑی حد تک مٹ جاتی ہین، اور وہ آپس کی کثرت اختلاط اور میل جول سے تقریباً ایک ہی قوم بنجاتی ہین، اب ہم اسی قسم کی ایک تاریخی سہل انگاری پر کسی قدر تفصیل سے بحث کرنا چاہتے ہین،

آج کل عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ عربون کے علوم، عربون کے فنون، عربون کا تمدن، عربون کا فلسفہ، مسلمانون کے علوم، مسلمانون کا تمدن وغیرہ وغیرہ اس سے ایک عالمگیر غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، اور بکثرت غلط خیالات کی اشاعت ہو گئی ہی، جو شخص ہم اہل یورپ کے حالات سے تھوڑا بہت بھی واقف ہے، اسے معلوم ہوگا کہ آجکل

اسلامی ممالک، اسلامی سلطنتین کس قدر انحطاط اور تنزل کی حالت مین ہین اور مختلف قومین
جنھون نے اس دین کو قبول کیا کیسی جہالت اور تاریکی مین مبتلا ہین،
جس نے مشرقی افریقہ کا سفر کیا ہے اسے معلوم ہے کہ وہان کے مسلمان، لوگ کس قدر
احمق اور بے وقوف ہوتے ہین، مذہب ان کے دل و دماغ پر پردہ ڈال دیتا ہے،
اس لئے وہ جدید علوم و فنون سے بے بہرہ رہتے ہین، اول تو ان کے بچے ذہین اور سمجھدار
ہوتے ہی بہت کم ہین، لیکن جب وہ دس بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور مذہبی عقائد سیکھ
لیتے ہین تو پھر سخت متعصب ہوجاتے ہین، اور ان کو اس مین اس قدر غلو ہوجاتا ہی
کہ اپنے علاوہ سب کو وہ احمق سمجھتے ہین، کیونکہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ بس صرف
وہی حق پر ہوتے ہین، اور اس لئے وہ اپنے آپ کو بہت خوش قسمت اور مبارک سمجھتے
ہین، در اصل یہی ان کے انحطاط و تنزل کا باعث ہے،
یہی تفاخر اور خود ستائی مسلمانون کی بدترین عادت ہی، اور اسی لئے ان کو
اپنی عبادتون مین بھی ایسی باتین نظر آتی ہین، جس سے وہ غیر مذاہب کو ذلیل اور حقیر
سمجھنے لگتے ہین، اور چونکہ "توکل علی اللہ" ان کا عقیدہ ہے، کہ خداوند تعالی جس کو چاہے
بغیر کوشش وسعی کے فضل و کمال عطا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بغیر محنت و مشقت کے
ملک و سلطنت بخشتا ہے، اس لئے وہ تعلیم اور صنعت و حرفت کی طرف بالکل متوجہ

نہین ہوتے، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ علوم و فنون اور یورپ کی موجودہ ترقیات سے
کوسون دور ہین اور مسلمانون کے انھین خصائل وعقائد نے جو مذہب نے ان مین پیدا
کردی ہین، باوجود اُن کے مختلف الاقوام ہونے کے انھین بالکل اندھا اور گمراہ کر رکھا
ہے، اس لئے کہ جب ایک بربری یا سوڈانی یا مراکشی یا افغانی مسلمان ہوجاتا ہے؛ تو اس کیلئے
یہ جائز نہین ہے کہ اپنے ملک یا قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے، بلکہ اس کا انتسا
اب صرف اس کے مذہب کی طرف ہوتا ہے،

لیکن ایرانی اس سے مستثنٰی ہین، کیونکہ انھون نے اپنی قبل از اسلام کی قومی خصوصیا
کو برقرار رکھا ہے، اسی لئے انکو مسلمان نہین بلکہ شیعہ کہتے ہین،

اسلام کی موجودہ نازک حالت نے بعض لوگون کو آمادہ کردیا ہے کہ وہ مسلمانون
کے گذشتہ حالات کو پیش نظر رکھکر ان کے اس انحطاط کا سبب مذہب کو نہین بلکہ کسی
خارجی شے کو قرار دین، اس لئے کہ اسلامی تمدن جو اس وقت رو بہ تنزل ہے زمانہ قدیم
مین ترقی کے اعلیٰ اور بلند مدارج پر پہنچا ہوا تھا، اس مین علما رتھے، فلاسفہ تھے اور ایک
زمانے تک انھین سے یورپ نے حاکمانہ استادانہ اور معلّمانہ شرف حاصل رہا ہے، لیکن مین
کہتا ہون کہ اگر پہلے تھا تو اب کیون نہین ہے؟ یہی وہ سوال ہے جسے مین اپنا موضوع
بحث بنانا چاہتا ہون،

کیا حقیقۃً علوم اسلامیہ کا کوئی وجود ہے، یا کم سے کم یہ کہ اسلام نے انھین
قبول کیا، اور ان کی اشاعت کی اجازت دی؟ بیشک بعض وجوہ سے اس کا

جواب اثبات مین صحیح ہے، اس لئے کہ ۵۰۰؁ سے لیکر تیرھوین صدی کے وسط تک
پانسو برس کے زمانہ مین اسلامی ممالک مین بڑے بڑے علما، فضلا اور ارباب فکر
موجود تھے جو اہم علمی مسائل مین دوسرون کی رہنمائی کرتے تھے، اور اسلامی ممالک
کو بھی ممالک پر بہت کچھ بلندی و برتری حاصل تھی، اس موقع پر غلط فہمی سے بچنے کے
لئے ہمین ذرا تشریح اور تفصیل سے کام لینا چاہیئے، اس کے لئے ہم کو مشرق کی عہد بعہد
کی تاریخ کی نہایت احتیاط سے ورق گردانی کرنی ہوگی، تاکہ ہم اس ترقی وارتقاء
کے صحیح اسباب کا پتہ لگا سکین، جو اس قدر مبدل بہ تنزل ہوگئی ہے،

اس مین کوئی شک نہین کہ اسلام کا قرن اول علوم اور فلسفہ سے بہت دور
رہا، اس لئے کہ اسلام ان مذاہب کے تنازعات دینی کا نتیجہ ہے، جو قرون ماسبق مین
پائے جاتے تھے، اور لازمی طور پر عربون نے اسلام قبول کرتے ہی ان تمام مختلف اعلیٰ
اور بلند عقائد و خیالات سے الگ ہوگئے، جنمین سے بعض توحید الٰہی کے بھی قائل تھے،
اور یہی وجہ ہے کہ وہ تمام علوم عقلیہ سے بمراحل دور ہوگئے، بیشک بہادران عرب
جو اسلام کی رہنمائی مین ملک پر ملک فتح کرتے جاتے تھے، اس وقت شجاعت اور
بہادری مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی قطعی طور پر ثابت ہے کہ
وہ فلسفہ سے بہت ہی کم واقف تھے، بعض مشرقی مصنفین مثلاً ابو الفرج[1] نے عربون کی

---

[1] ابو الفرج الملطی ایک مسیحی مورخ ہی جو ۱۲۲۶؁ مین ملاطیہ مین پیدا ہوا اوس نے یونانی فارسی اور عربی کتابون سے مدد
لیکر سریانی زبان مین ایک تاریخ لکھی ہی عربی مین مختصر الدول کے نام سے اسکی تلخیص موجود ہے، (مترجم)

طباعی اور ذہانت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہی کہ جن علوم پر عربون کو فخر تھا، وہ لغت عروض، قیافہ اور انشا کے علوم تھے. اور فلسفہ کی تو خدا نے ان مین اہلیت ہی نہین پیدا کی

اور درا صل حقیقت بھی یہی ہے کہ عرب کے بدو جہان زباندانی اور فصاحت مین تمام دنیا پر فوقیت رکھتے تھے، وہان اشیائے حقایق وماہیت پر غور و فکر کرنے مین سب سے پیچھے تھے، ایک متدین عرب حوادثِ عالم کے اسباب و علل پر بحث کرتے ہوئے صرف یہ کہکر اکتفا کرتا تھا کہ

" اللہ تعالیٰ عالم کا پیدا کرنے والا ہے، اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ مین ہین،

وہ ہماری ہدایت کے لئے انبیا کو بھیجتا ہے جو ہمین سیدھا راستہ بتاتے ہین"

یہی وجہ ہے کہ جب تک اسلام صرف عربون کے اندر رہا، یعنی خلفاے راشدین اور بنی امیہ کے زمانے مین مذہب کے باہر ایک بات بھی نہین کہی جاتی تھی، اگرچہ حضرت عمرؓ نے کتب خانۂ اسکندریہ کی بربادی کا حکم نہین دیا جیسا کہ عام طور پر مشہور رہے، لیکن اسمین ذرا بھی شک نہین کہ دنیا مین اسلام کے غالب ہوتے ہی انھون نے ان تمام ممکن علمی وسائل و ذرائع کو تلف کر دیا جن سے مباحثِ علمیہ کا امکان تھا،

۷۵۰ء مین جبکہ ایران نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ بنی امیہ کے خلاف بنو عباس کی امداد کی اور اس طرح حکومت عباسیون کے ہاتھ آئی تو تمام حالات مین ایک عظیم انقلاب پیدا ہوگیا،

اور مرکز اسلام منتقل ہوکر دجلہ اور فرات کے مرغزارون مین آیا یہان

مشرق کے قدیم ایرانی ساسانی تمدن کے باقیات الصالحات بہت کچھ محفوظ تھے، جو کسریٰ انوشیروان کے زمانہ مین ترقی اور ارتفاع کے اعلیٰ مدارج پر پہنچے ہوئے تھے، صنعت وحرفت سالہا سال سے ترقی کر رہی تھی، اور انوشیروان نے سنسکرت کی علمی کتابون کا ترجمہ اور یونانی فلسفہ کی تعلیم عام کرکے اس بڑھتی ہوئی ترقی کو چار چاند لگا دیئے، اس زمانہ مین قسطنطنیہ کے بعد ایران، فلسفۂ یونان کا مرکز ہو رہا تھا،

یہ (ایران) اور اس کے گرد و نواح کے اکثر باشندے نسطوری عیسائی تھے، جنکو علم طب اور فلسفۂ یونان مین ید طولیٰ حاصل تھا، اور ان کے پادری اور پیشوا علم ہندسہ اور منطق کے ماہر تھے۔ فارسی کے ان قصائد مین جنمین رستم کے واقعات کو شہرت دیگئی ہے، تم دیکھوگے کہ جب انھین کوئی پل بنانے کی ضرورت ہوتی تھی وہ "جاثلیک" سے دعا مانگتے تھے اور لفظ "جاثلیک" (COTHOLICS) نسطوری عیسائیون کے مذہبی پیشواؤن اور پادریون کے لئے بولا جاتا تھا، لیکن جب یہان اسلام آیا تو اس نے ایران کی ان روزافزون ترقیون کو ایک صدی تک بالکل روک دیا، مگر جب عیسائیون کا غلبہ اور ظہور ہوا، تو لوگون کو خیال ہوا کہ اب تمدن اکا سرہ پھر بحال ہو جائیگا، اس لئے کہ ارباب حل وعقد جنھون نے عباسیون کو تخت و فوج کا مالک بنایا تھا، یہی ایرانی تھے، یہی وجہ ہے، کہ ابو العباس اور خصوصاً منصور کی مجلسین ان سے کبھی خالی نہین ہوتی تھین، سلطنت کے وزرا اور مشیر اور

خلفا کے بچون کے معلم و اتالیق خاندان برامکہ کے لوگ ہوتے تھے، یہ خاندان ایران کا قدیم خاندان ہے، جس کی بنیاد صاحب کمال اور اہل علم آبا و اجداد کے ہاتھون پڑی تھی، یہ لوگ اپنے آبائی دین پر قائم رہے، اور بہت سے اسلام لے آئے، وہ بھی بغیر کسی گہرے اعتقاد کے۔

ان مین نسطوری عیسائیون کو ضعیف المذہب خلفاء عباسیہ کے دربارون مین تقرب خاص حاصل تھا، اور وہ ان کے اول درجہ کے شاہی اطبا مین داخل تھے، شہر حران سے جہان قدیم یونانی علوم و فنون کے بہت کچھ آثار باقی تھے علما و فضلا خصوصاً ماہرین فلکیات کی ایک کثیر جماعت نکلی، جو کسی مذہبی عقائد کے پابند نہ تھے، اور انھین لوگون نے شہر بغداد کی بنا ڈالی جو دولت عباسیہ کا دار الخلافہ تھا، اور جو درحقیقت ایک ایرانی سلطنت تھی، لیکن جس طرح مذہب اسلام سے کلیۃً الگ ہنا ادن کے لئے ناممکن تھا، اسی طرح فاتحین کی عربی زبان کو فارسی کر دینا بھی آسان نہ تھا، لیکن اس مین شک نہین کہ تمدن مخلوط ہوگیا، اور نصاریٰ و مجوس سلطنت کے بڑے بڑے عہدون پر ممتاز تھے، اور عیسائیون کو خصوصیت کیساتھ نظم و نسق کے ذمہ دارانہ عہدے سپرد کئے جاتے تھے، یہان تک کہ مشہور خلفا منصور، ہارون الرشید اور مامون الرشید کے اسلام مین لوگ شک کرنے لگے، یہ لوگ حقیقۃً نہین صرف ظاہر مین اپنے مذہب کے پابند تھے، اور ہر شے خصوصاً اجنبی اشیاء کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بڑے شائق تھے، چاہے وہ بت پرستون

اور ہندیوں کی ہوں یا ایرانیوں اور یونانیوں کی،

کبھی کبھی ان کے مذہبی علما اس معاملہ مین تعرض کرتے تو خلیفہ کو مجبوراً اپنےکا فراد ملحد احباب سے الگ رہنا پڑتا تھا لیکن جون ہی اس مذہبی تعرض کا اثر زائل ہوا اور علما غافل ہوگئے، بس پھر فوراً ہی وہ ان لوگون سے اختلاط اور میل جول شروع کر دیتے،

یہ بغداد کے عجیب و غریب زمانہ شباب کے تمدن کا ذکر ہے، جس کا تصور عام لوگ قصۂ الف لیلیٰ سے کر سکتے ہین، وہ زمانہ ایسا تھا کہ ظاہر مین تو بیشک مذہبی معاملات پر تشدد تھا لیکن باطن مین کچھ نہین تھا، اور بڑی آسانیان حاصل تھین، اسی لئے اس وقت مختلف صنعتین اور متعدد علوم لطیفہ عالم وجود مین آئے، ارباب حکومت کی عام مذہبی سہل انکاریان اس حد تک پہنچ گئی تھین، کہ فاسق اور فاجر تک کو عزت و رتبہ دیتے اور اپنا مقرب بناتے تھے، حالانکہ ان کے مذہبی احکام کا اقتضا تھا کہ ایسے لوگون کی تنبیہ اور سزا کیجائے،

انھین خلفا کے زمانے مین مذہبی معاملات مین عام طور پر تسامح اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے، اور کبھی اپنی اس پالیسی پر افسوس بھی کرتے تھے، غرض کہ الحاد پھیلا اور متکلمین مذاہب اور ادیان پر عقلاً بحث و مناظرہ کے لئے جلسے منعقد کرنے لگے،

یہان مین اس قسم کے ایک جلسہ کے متعلق اندلس کے ایک متقی عالم کے بیان

کا نقش پیش کرتا ہون، جس کا ترجمہ موسیو روزی نے کیا ہی،

"حکیم قیروانی نے ایک اندلسی عالم سے جو بغداد سے واپس آئے تھے، پوچھا کہ کیا تم متکلمین کے جلسون مین شریک ہوئے تھے، وہ اندلسی عالم نے جواب دیا کہ ہان مین صرف دو مرتبہ شریک ہوا تھا لیکن پھر نہین گیا، حکیم قیروانی نے کہا یہ کیون ؟ تو انھون نے جواب دیا، کہ پہلے پہل مین جس جلسہ مین شریک ہوا، اس مین مین نے دیکھا کہ سنی اور معتزلی سلمانون کے علاوہ ملاحدہ، مجوس، دہریئے، یہود و نصارا سبھی بیٹھے ہوئے ہین، خلاصہ یہ کہ ہر قسم کے کفار کا وہان ایک جم غفیر موجود تھا اور جلسہ مین ہر فرقہ کا ایک پیشوا اور رئیس تھا جو اپنے مذہب کی نمایندگی کرتا تھا، اور جب کوئی رئیس جلسہ مین آتا تو تمام حاضرین اس کے احترام کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، اور جب تک اپنی جگہ پر وہ بیٹھ نہ جاتا، سب کے سب کھڑے رہتے تھے، جب حاضرین کی تعداد پوری ہو گئی تو ان مین سے ایک کافر اٹھا اور اس نے یون تقریر شروع کی:۔

"حضرات! ہم لوگ یہان پر صرف عقلی مناظرہ کے لئے جمع ہوئے ہین اور آپ تمام حضرات کو اس کے شرائط بخوبی معلوم ہین، پس مین مسلمان بھائیون سے درخواست کرتا ہون کہ وہ کوئی ایسی دلیل نہ پیش کرین جو ان کی مذہبی کتاب یا اقوال نبی سے ماخوذ ہو، اسلئے کہ ہم انکی مذہبی کتاب اور ان کے نبی کو نہین مانتے، پس ہمارا فرض ہے کہ ہم صرف عقلی دلائل پر اکتفا کرین"۔

"تمام حاضرین نے اس کی تائید کی، اور اس کے ثبوت مین سب نے تالیان بجائین، یہ دیکھکر دوبارہ شرکت کا مین نے ارادہ نہین کیا، لیکن مجھسے ایک مرتبہ اور شریک ہونے کے لئے کہا گیا، مین گیا تو اس کو گذشتہ جلسہ سے بھی بدتر پایا"

مذہبی احکام کے بموجب اس موقت تعویق کے بعد شام کے یہی اطباء کے ذریعے علوم و فلسفہ کی اشاعت ہونے لگی، اور یونانی فلسفہ کے وہ لوگ وارث ہوئے جو فلسفۂ ارسطو، ریاضیات، طب اور ہیئت مین دستگاہ کامل رکھتے تھے، اور انھین لوگون کو عباسی خلفائے نے ارسطو، جالینوس، بطلیموس اور اقلیدس وغیرہ کی تصنیفات و تالیفات کے ترجمہ پر لگایا، خلاصہ یہ کہ تمام یونانی علوم و فلسفہ کے ترجمہ کی خدمت انھین لوگون کے سپرد کی گئی،

بعض با مذاق اور پرجوش اشخاص مثلاً کندی نے اہم اور دقیق مسائل (جہان انسانی ذہن و عقل کی رسائی بڑی مشکل سے ہوتی) پر بحث و مناظرہ شروع کردیا، انھین لوگون کو فلاسفہ کہا گیا، اور اس زمانے سے یہ یونانی الاصل لفظ ہر اس شخص کے لئے استعمال کیا جانے لگا، جو مذہب اور دین کی مخالفت کرتا ہو اور ہر وہ شخص جس پر اس لقب "فیلسوف" کا اطلاق ہوتا تھا، ہدف مطاعن اور قابل گردن زدنی سمجھا جانے لگا، جیسے قدیم زمانہ مین لفظ زندیق تھا، اور موجودہ زمانے مین لفظ "فریمیشن" ہے،

درحقیقت انھین فلاسفہ کے ذریعہ سے مسلمانون مین علوم عقلیہ کی اسقدر

ترویج اور اشاعت ہوئی گیا اخوان الصفا کے نام سے فلاسفہ اسلام کی ایک باقاعدہ جمعیۃ قایم ہوگئی ان لوگون نے فلسفہ مین نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی متعدد کتابین لکھین جو فلسفیانہ خیالات اور بحث مسائل کے لحاظ سے بہترین کتابین تھین، ان مین سے دو اشخاص فارابی اور ابن سینا کا فضل وکمال نہایت بلند مدارج پر پہنچا ہوا تھا، اور ان کو علوم فلسفہ مین ید طولیٰ حاصل تھا، چنانچہ ان کا شمار چوٹی کے فلاسفہ مین ہی،

علم الفلک اور علم الجبر کو خصوصیت کے ساتھ ایران مین ترقی ہوئی، علم الکیمیا سے اگرچہ عام طور پر علانیہ دلچسپی کا اظہار نہین کیا جاتا تھا مگر اس کے نتایج بھی عمل تقطیر (DISTILLATION) اور پارد کی صورت مین ظاہر ہوئے بغیر نہ رہے،

مسلمانان اندلس نے اشاعت علوم اور ترقی تعلیم مین مشرقی مسلمانون کی تماستر تقلید کی تھی، انکی اس علمی جدوجہد مین یہودی بھی شریک تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارھوین صدی عیسوی مین ابن باجہ[1]، ابن طفیل، اور ابن رشد جیسے اولوالعزم اور بلند مرتبہ فلاسفہ پیدا ہوئے جن کے علم وفضل کی مثال قرون ماضیہ مین نہین ملتی،

---

[1] ابن باجہ کو یورپ مین مصنفین اسپیس (AUCUPACE) کہتے مین اندلس کا نامور فلسفی جس نے سب سے پہلے علوم نظریات مین تمیز پیدا کی گیارہوین صدی عیسوی کے اختتام پر ساراقوسہ مین پیدا ہوا، اور ۱۱۳۸ع مین عین عالم شباب مین چالیس برس سے بھی کم عمر مین بمقام فاس وفات پائی، دیگر فلاسفہ اسلام کی طرح اسے بھی علم طب مین کمال حاصل تھا، فلکیات کا بھی بلند مرتبہ عالم تھا، ایک کثیر جماعت نے اس سے شرف تلمذ حاصل کیا، جلیل القدر اسلامی فلسفی ابوبکر ابن طفیل صاحب کتاب حی ابن یقظان اسکے تلامذہ مین ہی، یہ حی بن یقظان ابن سینا کی حی بن یقظان نہین ہی اسلئے کہ دونون کا موضوع بحث جداگانہ ہی، اگرچہ نام مین اشتراک ہوگیا ہی، (مترجم)

یہی وہ فلسفہ ہے جسکو صرف اسلیئے "فلسفۂ عربیہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ عربی زبان

مین لکھا اور مدون کیا گیا، حالانکہ درحقیقت یہ فلسفہ تمامتر یونانی، ساسانی یا صرف یونانی

فلسفہ ہے، کیونکہ اسکے عناصر کلیتہً یونانیون سے ماخوذ ہین،

اس زمانہ مین جو شخص یونانی علوم سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھتا تھا، وہ بڑا

فاضل مانا جاتا تھا، اسلیے کہ اس زمانہ مین یونان علوم و فلسفہ کا واحد مرکز تھا، شام و عراق کی

فضیلت یورپ پر صرف اسلیئے مانی جاسکتی ہے کہ انھون نے یونانی علوم و فنون کے تراجم

مین مستعدی کی، اور اسکی بھی وجہ یہ تھی کہ اقلیدس، بطلیموس اور ارسطو کی کتابین حران اور بغداد

مین بآسانی مل سکتی تھین، اور یورپ مین وہ میسر نہ آتی تھین،

افسوس صد افسوس!! کہ اہل قسطنطنیہ نے سخت بخل سے کام لیا، کاش وہ ان

علمی خزانون کے معاملہ مین ہم سے بخل نہ کرتے جو ان کے پاس محفوظ چلے آتے ہین، یا کم از کم

یہ کہ آٹھوین یا نوین صدی کے ابتدا ہی مین ہمارے ہان لسکاریس اور بیساریون جیسے

لوگ پیدا ہو جاتے، تو ہمین بارھوین صدی مین یونانی علوم و فلسفہ کے لئے بغداد و قرطبہ

اور طلیطلہ کا دست نگر اور مرہون منت نہ ہونا پڑتا،

لیکن فلسفۂ تاریخ کا یہ ایک راز ہے کہ جب کسی قوم کے علوم و معارف برباد اور

انحطاط پذیر ہو جاتے ہین، تو دوسری قوم ان مین ترقی اور جلا دیتی ہے، اور یہی ان بدقسمت

اور مقہور و معتوب فلاسفۂ اسلام، کی شہرت اور مقبولیت کا واحد سبب ہے، اور ضعیف الایمان

وضعیف العقائد حرانیون کے فضل و کمال کا بھی یہی سبب تھا،

ان مین عربی کتابون کے تراجم نے جو یونانی سے لئے گئے تھے، اہل یورپ کو یونانی
علوم و فلسفہ سے روشناس کرایا، اور وہ کہان سے کہان پہنچ گئے۔ درحقیقت جس وقت
عربون کا آخری فلسفی ابن رشد مراکش مین بستر مرگ پر بحالت ہذیان و نسیان مین آخری
سانس لے رہا تھا، یورپ اس وقت اکتساب علوم کی جدوجہد مین مصروف تھا، اور
ایبلارڈ علوم عقلیہ پر بحث و مناظرہ کر رہا تھا، اور اس طرح یورپ نے وہ کچھ حاصل کر لیا
جو اسکی ذہانت کے موافق تھا اور اس نے بتدریج اس ترقی اور انقلاب کی ابتدا کی جسکا
نتیجہ تھا کہ انسانی عقلون سے تمام پردے ہٹ جائین،

پیرس مین جیسا صنیفیت پر ایک دار التعلیم کی بنیاد رکھی گئی، اور ہمین صرف ان
اصلی کتابون کی ضرورت تھی جو علوم قدیمہ کے حقیقی ماخذ و مرکز مین لکھی گئی تھین، اور یہ
بات بلا ذرک تامل ظاہر ہوجاتی ہی کہ اگر یہ کتابین بجائے عربی تراجم کے براہ راست
کتب خانہ قسطنطنیہ سے حاصل کی گئی ہوتین، تو بدرجہا بہتر تھا، خصوصاً ایسی حالت مین
جبکہ عربی زبان یونانی تخیلات اور افکار کی ادائیگی سے بالکل عاجز ہے، لیکن ہمین افسوس
ہے کہ کنیسہ روما اور کنیسہ قسطنطنیہ کے باہمی مذہبی اختلافات اور تنازعات نے اس کا
موقع نہ دیا، اس سلسلہ مین اس منافرت اور جذبات بغض و عناد کو بھی شامل کر لینا چاہئے
جو سنہ ۱۲۰۴ء کی جنگ کے بعد آپس مین پیدا ہوگئے تھے، باین ہمہ اگر ہم فرض کر لین کہ ان
اصل کتابون کا ملنا ممکن تھا پھر بھی تو ہمین تین سو برس تک انتظار کرنا پڑتا، تاکہ بغیر دقت
تامل اور یودیہ جیسے یونانی زبان کے ماہر پیدا ہوجائین، جو اصل یونانی کتابون کا ترجمہ کر سکین،

انھین اسباب کی بنا پر پہلے اسپین سے یونانی علوم لینے پڑے جو دراصل فلسفہ یونان کے محرف اور بالکل غلط ملط تراجم تھے، جیسا کہ کتبخانہ قسطنطنیہ کی اصل کتابون کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے،

گیارہوین صدی عیسوی مین قسطنطین افریقی پیدا ہوا جس نے مسلمانون مین رہکر تعلیم حاصل کی، اور اپنے زمانہ کا زبردست فاضل ہوا، جربرٹ (GERBERT) کے متعلق کو بحث کی ضرورت ہی نہین ہے، کہ اسکی سیاحت بلاد اسلامیہ کے بارہ مین بہت کچھ شک و شبہہ کی اظہار کیا جاتا ہے، سنہ ۱۱۳۰ اور سنہ ۱۱۵۰ء کے درمیان قابل اور ماہر فن مترجمین کی ایک جماعت مطران ریمونڈ (RAYMONDLULL) کی سرکردگی مین طلیطلہ بھیجی گئی، تاکہ وہ علوم عربیہ کا لاطینی مین ترجمہ کرلائین اور تیرہوین صدی کے اوائل مین ارسطو کی تصنیفات عربی سے ترجمہ کرکے پیرس یونیورسٹی (UNIVERSITE-DE-PARIS) مین داخل کر دی گئین اور اس طرح یورپ اس قعر جہالت سے نکلا جسمین وہ چار پانچ صدیون سے پھنسا ہوا تھا، چنانچہ اس تاریخ تک تو ہم مسلمانون کے شاگرد تھے، پھر تیرہوین صدی کے وسط مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم ان کے ہم پلہ ہوگئے، حتی کہ سنہ ۱۲۵۰ء مین قریب قریب مسلمانون کا یہ افسوسناک انحطاط و تنزل شروع ہو گیا، جبکہ یورپ اپنی پوری جدوجہد اور سعدی کے ساتھ علوم و فنون کے اکتساب اور ان کی ترویج اور اکتساب مین مصروف تھا، اور علمی مباحث مین ناقابل قیاس عظیم الشان اور حیرت انگیز ترقیان کرنے لگا،

افسوس! اور صد افسوس! ان علوم وفنون پر جنمین ترقی اور منتقدی کی قابلیت اور استعداد نہ ہو، اور زمانۂ حال مین اس کا پتہ لگایا جاسکتا ہو کہ یہی وہ علوم عربیہ مین جو لاطینی یورپ مین تھوڑی سی زندگی بسر کرنے کے بعد معدوم ہو گئے" اسکی انتہا یہ ہے کہ ابن رشد جو ہمارے ہان (یورپ مین) ارسطو کی طرح مشہور ہے، اپنے مسلمان بھائیون کے ہان وہ بالکل غیر معروف اور نسیًا منسیًا ہے،

سنہ ۱۲۰۰ء سے لیکر آج تک کوئی عرب فلسفی پیدا نہین ہوا، اسلئے کہ فلسفہ اگرچہ بالکل متروک و مطرود نہین ہوا لیکن اسمین شک نہین ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانون کے ہان محض مذہب اسلام کی وجہ سے معتوب اور مقہور رہا، یہی وجہ ہے کہ اوائل سنہ ۱۲۰۰ء سے جبکہ علماے اسلام کا پورا پورا غلبہ اور تسلط تھا ہم دیکھتے ہین کہ بلاد اسلامیہ مین فلسفہ کا بالکل فقدان ہے، یہان تک کہ مورخین اور مصنفین اپنی کتابون مین صرف بہ سبیل تذکرہ اس پر بحث کرتے ہوئے گذر جاتے ہین، ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ فلسفہ کی کتابین نادر الوجود اور معدوم ہوتی جاتی ہین، اور مسلمانون کے ہان علم الفلک کی تحصیل صرف اس قدر جائز ہے جو نماز کے وقت سمت قبلہ معلوم کرنے کیلئے ضروری اور لابدی ہو،

پھر اس کے بعد ترک آئے جنکو مسلمانون پر غلبہ اور تسلط حاصل ہوا، انھون نے بھی علوم اور فلسفہ کو مٹانے مین پوری جد وجہد سے کام لیا، اور اسی زمانہ سے مسلمانون مین علوم اور فلسفہ کا پورا پورا انحطاط اور فقدان ہوا، چنانچہ اس وقت سے ممالک اسلام مین مشکل سے کوئی صاحب فکر ورائے اور مجتہد عالم ملے گا۔" ماشاء اللہ مثلاً ابن خلدون

خلاصہ یہ کہ اسلام نے علم اور فلسفہ کا پورا قلع قمع اور استیصال کر دیا،

ابتک مین نے جو کچھ کہا حاشا وکلا اس سے میرا مقصد یہ نہین ہی کہ مین علوم عربیہ کی شان رفعت اور علو مرتبت کی توہین اور تحقیر کرون، یون تو علوم عربیہ کو انسانی علوم ومعارف کی تاریخ مین ایک خاص اور اہم درجہ حاصل ہے، میرا منشا صرف اس قدر ہی کہ بعض علوم مثلاً علم الافلاک کو عربون کی طرف منسوب کرنے مین مبالغہ سے کام لیا گیا ہی، یہ تو ایک کھلی ہوئی بے انصافی ہوگی اگر مین عربون کی بالکل قدر نہ کرون، اسلئے کہ نوین، دسوین، گیارہوین، بارہوین اور تیرہوین صدی کے مابین کے حالات وواقعات پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ زمانہ "عربی زمانہ" تھا اور اس زمانہ مین اسلام جہان کہین گیا اسنے عقل انسانی کی ہمیشہ تربیت کی، لیکن یہ علوم جنکو عام طور پر لوگ علوم عربیہ کہنے کے عادی ہوگئے ہین، کیا در حقیقت یہ عربی علوم ہین ؟ ہرگز نہین، صرف زبان کے علاوہ عربون کا ان سے کوئی تعلق نہین ہے، بات یہ ہے کہ اسلامی فتوحات نے عربی زبان کو حجاز سے لیکر دور و دراز ممالک تک پھیلا دیا ہی، اس سے لوگون کو یہ دھوکا ہوگیا کہ عربی زبان مین جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمامتر عربون کے ذوق علمی اور رفعت تخیل کا نتیجہ ہی، جیسا اس سے قبل لوگون کو یہ غلط فہمی ہوچکی ہے کہ لاطینی زبان مین جو کچھ لکھا گیا ہو وہ سب لاطینیون کی دماغ سوزیون کا نتیجہ ہے، جس طرح البرٹس اعظم (ALBERT-LE-GRAND.) راجر بیکن[1] اور

[1] راجر بیکن (۱۲۱۴ء تا ۱۲۹۴ء) یورپ کے مشاہیر علما میں سے تھا، اس نے تمام تر عربون سے تحصیل علوم کی تھی، فلسفہ، نجوم وغیرہ مین اسکی تصانیف تھین، جو علماے اسلام کی خوشہ چینی کی رہین منت ہین،

فرانسس بیکن[1] لاطینی نہین ہین، باوجودیکہ انھون نے لاطینی زبان مین کتابین لکھی ہین، اسی طرح ابن رشد، ابن سینا اور البتانی بھی عرب نہین ہین، پس عربی علوم اور فلسفہ کو جزیرۃ العرب کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ مسیحی ادبیات کو زمانہ انتعاش علوم (RENAISSANCE) اور مسیحی علم الکلام (SCHOLASTICISME) کو سولھوین صدی کے تمام اور سترھوین صدی کے بعض علوم و فنون کو شہر روما کی طرف اس وجہ سے منسوب کرنا کہ وہ لاطینی زبان مین ہین،

اگر ہم تحقیق سے کام لین تو ہمین معلوم ہوگا کہ ان تمام علما اور فلاسفہ مین سے جن کے متعلق عرب ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے کوئی بھی سوائے الکندی[2] کے عربی النسل نہین ہے، نہ وہ نسب اور خاندان کے لحاظ سے عرب ہین اور نہ خیالات و افکار کے اعتبار سے بلکہ یا تو وہ عجمی ہین یا ماوراء النہری، اندلسی ہین یا بخاری، سمرقندی ہین یا اشبیلی، اور قرطبی ان لوگون نے اپنی کتابون مین عربی زبان کو استعمال کیا، حالانکہ عربی زبان ان کے خیالات اور مافی الضمیر کو ادا کرنے سے عاجز اور قاصر ہے، جیسا کہ ہمارے ہان کے علمانے قرون متوسطہ مین لاطینی زبان کو اظہار خیالات کا ذریعہ بنایا، اور اس کی تنگی و کم مائیگی کی وجہ سے اسمین رد و بدل کیا، عربی زبان شعر اور فصاحت کی صلاحیت تو رکھتی ہے، لیکن اس مین فلسفیانہ (مابعد الطبیعیات) خیالات ادا کرنیکی استعداد

---

[1] مشہور انگریزی عالم لارڈ بیکن ۱۵۶۱ء مین پیدا ہوا اور ۱۶۲۶ء مین مر گیا، اسکی تصانیف انگریزی ادبیات مین داخل اور عام طور پر متداول ہین، [2] ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الکندی "مشہور عرب فیلسوف" خلیفہ مامون کے زمانہ مین تھا، علوم طبیعیہ اور فلسفہ مین اسکی چند تصنیفات ہین،

اور قابلیت نہین ہی، یہی وجہ ہے کہ ہمین عرب علما اور فلاسفرون کی فلسفیانہ تصانیف مین انشا پردازی کا رنگ کچھ اصلا نظر نہین آتا،

گذشتہ تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جن علوم کو عربی کہا جاتا ہی وہ اصل مین عربی علوم ہی نہین ہین، تو پھر اسلامی کیا ہونگے؟ اور کیا اسلام نے حقائق اشیا پر بحث کی اجازت بھی دی ہے، یا نہین؟ کیونکہ جن لوگون نے علوم و معارف کی اشاعت کی اور انکو ترقی دی، وہ مجوس، نصاری، یہود، حرانی، اسمٰعیلی اور منافق مسلمان تھے لیکن خالص مسلمان اور مومن تو انکو ہمیشہ برا بھلا کہتے رہے، یہان تک کہ علمانے مامون کی تکفیر کا صرف اسلئے فتوی دیا کہ اس نے فلسفۂ یونان کی تعلیم کی اجازت دی تھی، اور خود اسکے عہد حکومت مین جو مصیبتین آئین انکو علماے مامون کی غیر مذاہب کے ساتھ رواداری اور سہل انکاری سے منسوب کردیا،

کئی خلفائے اپنی رعایا کے خوف سے مجبور ہو کر، جن کے محرک یہی علما رہے تھے،

لہ یہ بیان اور اسکے ہم خیال مستشرقین کی کوتاہ بینی اور عربی زبان سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے، مستشرقین کا ایک گروہ اس کے بالکل خلاف رائے رکھتا ہے، جسمین عربی زبان کے ماہرین اور علم اللسان کے جید عالم شریک ہین،

علم و فلسفہ کے لئے عربی زبان کی صلاحیت کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ یورپ علمی اور فلسفی اصطلاحات کے لئے عربی زبان کا ممنون احسان ہی، عربی زبان مین چار لاکھ سے زائد ایسے مادے ہین جو قابل تحویل و اشتقاق ہین برخلاف اس کے انگریزی زبان کے پاس چالیس ہزار الفاظ اور فرانسیسی کے پاس پچاس ہزار الفاظ سے زائد نہین ہین، جیسا کہ محققین لغات کا خیال ہی،

(مترجم عربی)

فلسفہ اور فلکیات کی بکثرت کتابین مجمع عام مین جلا دین، جو شخص اس زمانہ مین ان علوم کو حاصل کرتا تھا اسے زندیق اور کافر کہا جاتا تھا، اسکو سزا دی جاتی، اس کا مکان جلا دیا جاتا اور بسا اوقات حکومت عوام کے اشتعال جذبات کو فرو کرنے کے لیے اسے قتل کر دینے پر مجبور ہو جاتی، اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مذہب اسلام نے علوم و فنون کو ہمیشہ برا سمجھا ہے، اور ان کے شائقین کو سزائین دی ہین حتی کہ ان کا نام و نشان تک مٹا دیا ہے، اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام کے دو دورون مین امتیاز کیا جائے،

(۱) بدو اسلام سے لیکر بارھوین صدی عیسوی کے آخر تک۔

(۲) تیرھوین صدی عیسوی سے لیکر اس وقت تک۔

اسلام کے دور اول مین معتزلہ وغیرہ مختلف المذاہب جماعتون کے باعث مذہبی تعصب اور اس کے احکام کی پیروی کا جوش بہ نسبت دوسرے دور کے بہت کم تھا، اس لئے کہ اس دور ثانی مین اسلام پر تاتاری بربری اور وحشی قومین حکمران تھین، جنمین ذرا بھی عقل کا مادہ نہ تھا،

یہ بات مشاہدہ کیجا سکتی ہے کہ جون جون زمانہ گذرتا گیا مسلمانون کا ایمان اور ان کا تعصب مذہبی سخت اور مضبوط ہوتا گیا، اسلئے کہ بالکل ابتدا مین جو عرب مسلمان ہوئے تھے انکی تصدیق رسالت و نبوت بہت ہی کمزور تھی، جیسا کہ اسلام کی ابتدائی دو صدیون اور تیسری صدی مین مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد خاص

مذہبی عقائد کی پابندی تمام دینی اور دنیوی امور مین عام ہو گئی، اور لوگون کو اس پر عمل کرنیکے لیے مجبور کیا جانے لگا، اور عدم پابندی کی صورت مین دردناک اور قابل نفرت سزا دیجانے لگین کہ جسکی نظیر سوائے مجلس المفتش (INQUISITION) کے اور کہین نہین مل سکتی، جس کا کام یہ تھا کہ جو شخص عیسائیت کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا اسے قتل کردیا جاتا یا جلادیا جاتا تھا، اس قسم کے واقعات اسپین، اٹلی اور فرانس وغیرہ مین بکثرت رونما ہوئے، یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ مذہبی عقائد کی پابندی کے لیے جبر کرنا تمدنی آزادی کے لیے پیغام موت ہے اور ہمارے زمانے مین یہ سوائے ممالک اسلامیہ اور یورپ کے ماتحت ملکون کے ہمین کہین نظر نہین آتا، جسکو دینی اور دنیوی امور مین ایک ساتھ اقتدار حاصل ہو، لیکن یورپ کے ماتحت ملکون کا حصہ بہت کم ہے بخلاف مذہب اسلام کہ وہ دنیا کے ایک بڑے حصہ پر حکمران ہو، جو ہر قسم کی ترقی سے محروم ہے کیونکہ وہ آسمانی وحی اور عقائد پر مبنی ہو جیسا کہ تمام مسلمان بزعم خود سمجھے ہوئے ہین،

فلاسفر یورپ اور شیدایان حریت جو مذہب اسلام کی مدافعت کرتے ہین، فی الحقیقت وہ اسلام سے واقف نہین ہین کیونکہ انکے خیال مین مذہب اسلام عبارت ہے ایک ایسے مذہب سے جو دینی اور دنیوی امور کا بدرجۂ اتم جامع ہے، حالانکہ وہ صرف ایسے اصول وعقائد پر مبنی ہے جن پر بحث کرنے کی وہ اپنے پیرؤن کو مطلق اجازت نہین دیتا، مذہب اسلام عقائد کی ایک ایسی بوجھل زنجیر ہے، جو نوع انسان کی قوت برداشت

سے باہر ہے، ہمین تسلیم ہے کہ اوائل قرون متوسط مین (یعنی ابتدائے اسلام مین) مذہب اسلام نے فلسفہ کی مساعدت اور موافقت کی، لیکن یہ جو کچھ تھا مجبوراً تھا، کیونکہ اہل اسلام کی آپس کی نااتفاقی اور فلاسفہ کے مزاحم اسباب کی عدم موجودگی کے سبب فلسفہ کی روک کو بالکل روک دینا اسلام کی طاقت سے باہر تھا، اسلئے کہ تمام محکمہ جات نظم ونسق عیسائیون کے قبضہ مین تھے .... لیکن جب مسلمانون کی تعداد بڑھ گئی اور ان کا مذہبی تعصب سخت ہو گیا تو علم وفلسفہ کو زوال اور مذہبی خوف ونفاق کا دور دورہ ہوا، پس اسلام جبتک ضعیف تھا حریت وعدل کا حامل تھا، لیکن جون ہی وہ قوی اور مضبوط ہوا تو سراسر ظلم ہی ظلم تھا، ایسی حالت مین اسکو کوئی فضیلت نہین دیجا سکتی، کہ اس نے عدم استطاعت کی حالت مین علم وفلسفہ کی اجازت دی، اسکی یہ فضیلت بعینہ ایسی ہی ہے جیسے کہ ہمارے مذہبی پادریون کو موجودہ علوم وفنون کی فضیلت دیدیجائے، حالانکہ یہ ترقی بالکل ان کے علی الرغم ہوئی ہے، کیونکہ مسیحی عقائد اسلام سے بھی زیادہ علوم وفنون کے دشمن ہین، لیکن ان سے علم وفلسفہ کو اتنا نقصان نہین پہنچا جتنا اسلام سے ممالک اسلامیہ مین، یورپ مین اور کہین بھی ان مسیحی عقائد کو علم کے خلاف غلبہ حاصل نہین ہوا، سوائے اسپین کے کہ وہان ایک ظالمانہ اور جاہلانہ طریقہ رائج تھا، جسکی وجہ سے علوم تباہ وبرباد ہوگئے، لیکن یہ شریف ممالک مسیحیت سے ضرور انتقام لین گے اور ان مین علم کو کامیابی نصیب ہوگی، اگر تمام مجلس تفتیش، لوگون کے عقائد مذہبی کے لئے ہوتین اور فلیپ ثانی اور پاپا سے پی خامس کی کوششین علم کے خلاف بارآور ہوتین تو اسلام مین بھی وہ تمام باتین پیدا ہو جاتین جنکے

پیدا ہونے کا امکان یورپ مین تھا۔

اگر کوئی شخص کسی امر مین نقصان پہنچانے کا قصد کرے اور اسمین ناکام رہے تو اسکی فضیلت یا تعریف نہین تسلیم کیجا سکتی، دنیا مین جتنے مذاہب گذرے ہین، ان مین حالات زمانہ کے لحاظ سے کچھ مفید باتین ضرور ہوتی ہین، جو اس زمانہ مین حالت دنیا کی اصلاح کرتی ہین، لیکن اس کے معنی ہرگز نہین ہین کہ جو باتین مذہب کی مساعدت کے بغیر بلکہ اس کے علی الرغم پیدا ہوگئین اسکے لئے بھی مذہب ہی کو مستحق فضیلت تسلیم کیا جائے جبکہ قاتل مقتول کا وارث نہین ہوسکتا، اور نہ یہ مناسب ہے کہ ظالم کو مظلوم سے نفع اٹھانے دیا جائے، باانیہمہ ہر وہ شخص جسکو اسلام سے تعلق ہوگیا ہو ان تمام ترقیون کے لئے جو اسلام کے علی الرغم معرض وجود مین آئین اسلام ہی کی تعریف و توصیف مین رطب اللسان ہی ابن سینا، ابن زہر، اور ابن رشد کو اسلام سے وہی نسبت ہی جو گلیلو[1] GOLI-LEO کو مذہب رومن کیتھولک سے بیان کیجاتی ہی حالانکہ مسیحیت نے اس کے اکتشافات علیہ مین کوئی مدد نہین کی بلکہ الٹا اسکو نقصان پہنچایا ہی، اور میرے دل مین ایسے مذاہب کے خلاف کوئی معمولی اعتراض بھی پیدا نہین ہوتا، جنھون نے بنی آدم کو ان مشکل مسائل پر بحث کرنے سے نجات دلادی، اور جن پر خود آدم (علیہ السلام) نے اپنے مشاہدہ عالم اور اس کے مآل کار پر نظر کرتے وقت غور و فکر کیا تھا۔ مذہب اسلام کے احکام فی نفسہ بہت بلند رتبہ اور قابل احترام ہین، اور اپنی زندگی مین جب کبھی مین مسلمانون کی مسجدون

[1] فلکیات کا مشہور یورپی عالم جو ۱۵۶۴ء مین اٹلی مین پیدا ہوا اور ۱۶۴۲ء مین انتقال کرگیا، زمین کے گھومنے کا نظریہ اسی نے ایجاد کیا تھا۔ (مترجم عربی)

مین داخل ہوا ہون تو مین نے اپنے قلب کے اندر ایک کشش اور تاثیر محسوس کی ہی
بلکہ مجھے اپنے مسلمان نہ ہونے پر افسوس ہوا ہی مگر بات صرف اتنی ہو کہ اس (اسلام)
نے عقل انسانی کو بہت پیچھے کر دیا ہو اور اپنے حیرت انگیز اثر و نفوذ سے کام لیکر جو
دیگر مذاہب کو نصیب نہین ہے، اس نے عقل انسانی کو حقائق اشیاء مین غور و فکر
کرنے سے بالکل روک دیا، یہان تک کہ بعض ممالک کو جہان اسلام پھیلا علمی نقطۂ
نظر سے بالکل صفاچٹ میدان بنا کر رکھدیا جہان حقائق اشیاء سے بحث کرنا[1] جس سے
عقل انسانی وسیع ہوتی ہی خواب و خیال سے بہت دور ہے، اس پر اتنا اور اضافہ
کر لو کہ ان ممالک کے لوگون کی عقلین خود ہی قاصر ہوتی ہین، اس پر طرہ یہ کہ وہ ہوتے
ہین مسلمان جنکی امتیازی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ علوم و فنون سے بغض رکھین،
اسکو برا سمجھین اور یہ اعتقاد رکھین کہ بحث کرنا کفر ہے، اس سے عقل کم ہو جاتی ہی
اور کوئی فائدہ حاصل نہین ہوتا، کیونکہ کائنات عالم کا علم سیکھنا گویا خدا سے معارضہ کرنا
ہے، اور علم تاریخ سے اگلے وقتون کی گمراہیان عود کر آتی ہین، کیونکہ وہ تمام تر ازمنہ
قبل از اسلام کے حالات پر مشتمل ہو، اس سلسلہ مین مثال کے طور پر شیخ رفاعہ کا نام
لیا جا سکتا ہے، جو پیرس مین مدرسہ مصریہ کے مدتون امام رہ چکے ہین، پیرس سے

---

[1] مصنف کا مطلب ہے، حقائق اشیاء سے بحث کرنا اسلام کا اصل اصول ہی، قرآن مجید مین ہی قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین ہو اہل عرب قرآن مجید کی بدولت فلسفی بنے، اسلام کا ایک خاص اپنا فلسفہ ہی جسکے مبادیات سے اہل عرب یونانی فلسفہ اور اسکے مترجمین سے روشناس ہونے کے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے حتی کہ علم منطق کے بعض اصول بھی انھون نے دریافت کر لئے تھے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "الاسلام و ادارہ العلوم" نیز کتاب "عہد التفلسف فی الاسلام" (مترجم عربی)

واپسی پر شیخ صاحب موصوف نے ایک کتاب لکھی، ہی جسمین فرانسیسی قوم کے عجیب و غریب خیالات بیان کئے ہین، اس مین وہ بڑے شد و مد سے لکھتے ہین کہ یورپ کے تمام علوم کفر ہین، خصوصاً عقیدۂ "قدم عالم" کے بارہ مین ہمین شیخ صاحب کا یہ قول دیکھکر مطلق تعجب نہین ہوا، کہ یہ اسلام کے عین مطابق ہی، اور اسلام نام ہے ایسے عقائد دینی و الہامی کے مجموعہ کا جو حریت خیال اور حقائق اشیار پر آزادی سے بحث کرنے کے کلیتہً منافی اور بسا اوقات مخالف ہین،

علوم کی غرض دین و مذہب کی نفی نہین ہی، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ حوادث کائنات کو قدرت الٰہی سے کوئی تعلق نہین ہی، کیونکہ تجربات، فوق العقل اعتقاد رکھنے کے منافی ہین، اور عقائد اسلام کی تو بنیاد ہی ایسے اعتقاد پر ہے، پس، ایسی حالت مین اسلام کا علوم کے ساتھ تبغض رکھنا اس کے اصول کے عین مطابق ہی، لیکن اس مطابقت نے خود اسلام کو بھی بہت سے نقصانات پہنچائے ہین، اور علوم کو تباہ کرکے تو اسلام نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہی، اور وہ اس انتہائی قعر و تنزل مین جا پڑا ہی

جب انسان یہ اعتقاد رکھے گا کہ حقائق اشیار پر بحث کرنا احکام خداوندی کے خلاف ہے، تو اسکی عقل کند ہو جائیگی، اور اس پر اوہام و شکوک کا غلبہ ہوگا، چنانچہ ہم مسلمانون کو دیکھتے ہین کہ وہ آخر بحث و مباحثہ مین کہدیتے ہین "واللہ اعلم"[1] اس کی

[1] واللہ اعلم کہنے سے فلاسفہ کا طریقہ پر نفی بحث بطور شک و شبہ نہین ہی بلکہ یہ ایک طرح کا کلمۂ تواضع ہی جو بقولہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً استعمال کیا جاتا ہی علاوہ ازین بہت کم تعداد ایسے متاخرین کی ہی جنھون نے اپنی کتابون مین اسکو استعمال کیا ہی، ورنہ عربی کی علمی اور فلسفیانہ تصانیف اس سے بالکل خالی ہین (مترجم عربی)

شہادت مین موسیو لیارڈ کا واقعہ پیش کیا جاسکتا ہی کہ جب موسیو موصوف موصل پہنچے تو انھون نے موصل کی آبادی، اسکی تجارت وراس کے تاریخی حالات کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ ان امور کے متعلق قاضی شہر سے استفسار کیا تو ان قاضی صاحب نے بذریعہ ترجمان حسب ذیل جواب دیا،

"میرے معزز اور پیارے دوست! آپ نے جن امور کے متعلق مجھ سے سوال کیا ہے، وہ غیر مفید ہی نہین، بلکہ مضر ہین، باوجودیکہ میری پوری زندگی اسی شہر مین گذری ہی، لیکن مجھے کبھی خیال نہین پیدا ہوا کہ یہان کے مکانات اور رہنے والون کا شمار کرون، اور مال تجارت جس کو بعض لوگ اپنے خچرون پر لاد کر لاتے ہین اور بعض اپنی گردنون پر تو ان کا کوئی اندازہ نہین ہوسکتا، اب رہے یہان کے تاریخی حالات سو اس کا علم تو سوائے خدائے علیم و قدیر کے کسی کو بھی نہین ہے، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اسلام کے پہلے یہان کے گمراہ باشندون کے تعداد کیا تھی، اور اس کا جاننا ہمارے لئے بجائے مفید ہونے کے مضر ہے،

محب من! آپ کو ان چیزون سے بحث نہین کرنی چاہیے، جو آپ کیلئے کچھ بھی مفید نہین ہین، آپ میرے پاس آئے ہین اور اس سے ہم خوش ہوئے ہین تو مناسب ہے کہ آپ اسی طرح خوش وخرم واپس بھی جائین، کیونکہ جو کچھ باتین آپ نے کہین ان مین میرا کوئی ہرج نہین ہی، اسلئے کہ کہنے والا اور سننے والا اور، آپ نے جیسا کہ آپ کے ہموطنون کی عادت ہے مختلف ممالک

کی سیر و سیاحت کی ہی، یہان تک کہ یہی سفر آپ کے لئے زاد راہ بنگیا ہی، (یعنی سفر کرنا آپ کے لئے بہت آسان ہوگیا ہی لیکن ہمارا تو یہ حال ہی کہ ہم بحمد اللہ اسی جگہ پیدا ہوئے اور یہان سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ نہین رکھتے، عزیزمن بسنو کہ ایمان باللہ سے بڑھکر کوئی چیز نہین ہی، جو ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہی، تو کیا ہمارے لئے یہ جائز ہوسکتا ہے، کہ اسکی مخلوقات اور کائنات سے بحث کرون، اور اس طرح اسکی برابری کرنے لگین، دیکھو یہ ستارہ ہے جو اس کے اور اس مدار ستارے کے گرد گھومتا ہے، جس سے برسون کا شمار کیا جاتا ہی، پس اسکو پیدا کرنے والے ہی کے لئے چھوڑ دو کہ وہی اس کا متکفل ہے، اب اگر آپ مجھ سے کہین کہ اے شخص میرے پاس سے ہٹ جا کیونکہ مین تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہون، اور آپ اس چیز کو دیکھین جسکو حقیقت مین آپ نہین دیکھتے، اور اسکی وجہ سے آپ کو یہ خیال پیدا ہو کہ آپ مجھ سے افضل ہین تو اے دوست یہ آپ ہی کو مبارک ہو، مین تو خدا کا شکر ادا کرتا ہون، کہ اس نے مجھ کو ان چیزون کی بحث سے جن سے میرا کچھ فائدہ نہین ہی، نجات دیدی ہے، تم نے ان چیزون کو سیکھا ہے، جو میرے نزدیک کچھ بھی اہم نہین ہین، اور ان چیزون کو دیکھا ہے، جو میرے نزدیک حقیر ہین پس کیا کثرت علم سے تمہارے لئے زاد راہ (سامان آخرت) مہیا ہوسکتا ہی؟ یا وسیع النظر ہونے سے تمہین جنت کا راستہ مل سکتا ہے؟ پس اے دوست! اگر تم سعادت چاہتے ہو تو کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ، اور

اس طرح لوگون کو خوف دل سے نکال دو بجائے موت سے ڈرتے رہو، جو تمھارے لئے مقرر ہو چکی ہے"

یہ قاضی صاحب اپنے طریق پر ایک بہت بڑے فلسفی ہین، لیکن ہم مین اور ان مین فرق یہ ہے کہ ہم ان کے تمام جوابات کو محض ظرافت ہی سمجھتے ہین،" اور اگر انھین معلوم ہو جائے کہ اس وقت ہم ان کے متعلق کیا کہہ رہے ہین تو وہ بہت چراغ پا ہون، ایسی ہی عقل کے لوگ اس قوم کو تباہ کر دیتے ہین جنکی عقلین بہت کچھ ترقی کر سکتی ہین، اس قسم کے خیالات سے جو علم اور حقیقت سے بالکل عاری ہی ہوتے ہین دو باتین پیدا ہوتی ہین، ایک تو نہایت ذلیل خرافات و توہمات اور دوسرے اپنے عقیدہ کا تعصب اور یہی دوسری چیز ہے جو بسا اوقات نہایت خراب نتائج پیدا کرتی ہے۔

مسلمانون مین جو مشرقی مسلمان ہین وہ خرافات کی طرف مائل نہین ہین، لیکن پھر بھی ان کے ہان ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان کی عقلون پر ٹھیٹھ مذہبی عقائد کا بڑا تسلط ہے، جو نوع انسانی کے ادائے فرائض کے لئے سد راہ ہے، اس لئے کہ اس زمین پر ہم جہل مین مبتلا اور اسی پر مطمئن رہنے کے لئے نہین پیدا کئے گئے، بلکہ اس لئے کہ باطل اور مضرت رسان عناصر کا مقابلہ کرین، علم ہر ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کی روح رواں ہے، اسی سے قومون کی عقلین ملی قدر مراتب فنون حرب اور صنعت و حرفت مین ترقی کرتی ہین، اور اسی سے انسان قومی ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہونچ سکتا ہے، یعنی اس سے وہ اعتدال پیدا ہوتا ہے جو بقائے عالم کے لئے لازمی ہے،

علم ہی سے قوائے عقلی کی آبیاری ہوتی ہی، اگرچہ آج بھی ایشیا مین ایسے جاہل و وحشی
پائے جاتے ہین جیسے کہ ابتدا از لشکر اسلام مین اور اس کے بعد بھی ہلاکو اور چنگیز خان
کے لشکر مین تھے، لیکن یورپی علوم نے اب اقوام یورپ کی ایسی کایاپلٹ کردی ہی، یہ
اگر حضرت عمرؓ یا چنگیز خان بھی ہون تو افواج یورپ کے مقابلہ پہ نہین ٹھہر سکتے، بلکہ
ان کو اپنے "صحرا" سے نکلنے کی جرات ہی نہین ہو سکتی، کہ ان نوایجاد آتشین آلات حرب
کے سامنے ٹھہرنا کوئی معمولی بات نہین ہی، تمھین معلوم ہوگا کہ ابتدا مین ان آلات
کی بہت مذمت کی جاتی تھی، حالانکہ وہ اس وقت ہمین بہت مدد دینے اور ترقی کی
اشاعت مین ہماری مساعدت کرتے ہین، لیکن میری راے مین تو علم ہی سچی نعمت
ہے، اور اسی کی بدولت آلات و اسلاح فتنہ و شر سے ہمین بچانے اور محفوظ رکھنے
کے لئے ایجاد ہوئے، جو بسا اوقات اسی (علم) سے منتج ہوتے ہین، اور میری رائے
یہ بھی ہے کہ علم صرف اسی ترقی کی مساعدت کرتا ہی، جو انسان کی حفاظت اور
آزادی پر مبنی ہو،
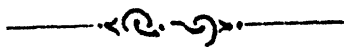
علم اور اسلام

(موسیو رینان کے خطبہ کا رد)

از موسیو مسمر

سربون کی یونیورسٹی (دار العلوم) مین علماے فرانس کے ایک جلسہ مین موسیو رینان نے ایک لکچر دیا تھا، جو فصاحت و بلاغت سے لبریز تھا، یہ اس مشہور فاضل مولف "سیرۃ مسیح" کی خصوصیت ہے، اور اگر اس کی (طلاقت لسانی) سے قطع نظر کیجائے تو تعجب ہوگا کہ اس نے اپنی تقریرون اور دلائل مین جو کچھ کہا ہے، وہ اختصار، قواعد منطق کی رعایت اور مطابقت کلام سے سراسر خالی ہے، حالانکہ ان باتون کا لحاظ ہر عالم پر فرض ہے، رینان کی تقریر مین سواے ایسی فصاحت کے اور کچھ نہین پایا جاتا، جیسی دار الامرا (ہاؤس آف لارڈس) یا دار العوام (ہاؤس آف کامنس) کے مناظرین کی سحر آمیز اور دلفریب تقریرون مین سنی جاتی ہے، اگر جب کوئی صاحب عقل اس کے معانی پر غور کرتا ہے تو کہدیگا کہ تف ہے ایسی فصاحت پر جسکی مدد سے باطل کو حق پر ترجیح دیجائے۔

موسیو رینان نے اپنے لئے جو موضوع بحث پسند کیا ہے، یعنی کہ اسلام علوم کا مخالف ہی ہے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس پر بحث کرنے کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے، اور اس پر آزادی رائے اور انصاف سے بخوبی بحث کرنے کی ضرورت ہے، ساتھ ہی ساتھ ہمین یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ الجزائر اور تیونس مین فرانس مسلمانون کی ایک کثیر تعداد پر حکمران ہی، جس کو پچاس سال کا عرصہ گذر چکا ہی، مگر ابتک فرانس کوئی ایسا ذریعہ نہین پیدا کر سکا جس کی وجہ سے ہمارے فاتحانہ دشمن فاتحہ تسلط کا اثر محو ہوکر اس کے بجائے ہمارے اور مسلمانون کے درمیان ایک طرح کی خوش معاملگی اور رواداری پیدا ہو، پس اگر موسیو رینان نے مذہب اسلام کی نسبت جو فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ آخری ہے، جس پر نظر ثانی (اپیل) کی گنجایش نہین ہے نیز وہ تاریخی فلسفیانہ آرا کے مطابق ہے، اور اس کی رائے اس مسئلہ مین دستورالعمل بن گئی ہے، جس پر موجودہ جہالت آمیز سیاست کے ساتھ عمل کرنا لازمی ہو (وہی سیاست جس نے ترکی اور مصر مین ہمارے بلند مرتبے کو ضائع کر دیا ہی) یا بالفاظ دیگر اگر ہماری سیاست الجزائر مین بغض و عداوت اور ظلم وستم پر مبنی ہے، جس کی وجہ سے وہان کے باشندون کی زندگی تلخ ہو گئی ہے، اور وہ ہمکو اپنا دشمن ماننے لگے ہین، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف یورپ فرانس کے خلاف آمادۂ جنگ ہوگا اور دوسری طرف الجزائر مین اس کے خلاف بغاوت پھیلی ہوئی ہوگی، پس یا تو ہمین اپنی افریقی نوآبادیون سے دست بردار ہونا پڑیگا، یا وہان کی مسلمان

رعایا کو قتل کردینا پڑیگا، یہ ایسا ہی سلوک ہوگا جو امریکیون نے سرخ رنگ والے ہندیون (RED INDIANS) کے ساتھ کیا تھا، جو انکے زیر حکومت تھے۔

ان ممالک مین جہان ایک قوم خود اپنی قوم پر حکمران ہوتی ہے اور انہین کی رائے سے ارباب حل وعقد کو منتخب کیا جاتا ہے، وہان حکام کو اتنا وقت نہین ملتا کہ بذات خود تمام مسائل پر بحث کرین، بلکہ بجائے اس کے وہ تمام تر ان سیاست دان اہل قلم کی آرار پر چلتے ہین، جو زیادہ معتبر اور واقف کار ہوتے ہین، مگر جب ان اہل قلم مین کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوجاتی ہے تو اس کے مقلدین کی حالت اور بھی بدتر، نازک اور مصیبت خیز ہوتی ہے، اس بنا پر ہر اہل قلم کو چاہئے کہ کسی مسئلے کے حل مین خواہ وہ کتنا ہی معمولی ہو، کوشش کرے، اس پر غور و خوض کرے اور یہ سمجھے کہ اس وقت وہ ایک بچ کا قائم مقام اور تدوین کا محافظ ہے، لہذا سب سے پہلے پرچم عدل کا بلند کرنا اور لوگون کو راہ راست کی طرف ہدایت کرنے کی ضرورت ہے،

ہمین مشرق مین اپنی پستی مرتبہ اور اپنی حکومت سے اہل الجزائر کی نفرت دیکھکر سخت افسوس ہوتا ہے، اور یہاں عزیزم! اگر فرانسوا اول جس نے سلطان سلیمان سے عمر بھر مخالفت کی تھی، یا وزیر رشیلیو موجود ہوتا جس نے جرمنی کے پراٹسٹنٹون کی مدد کی تھی (جبکہ جرمنی نے مصلح حکومت کے بارے مین ایسی ہی جہالت اور بدظنی روا رکھی تھی جیسی اس وقت ہے) تو مشرق مین ہماری سابقہ سیاحت ایسے اصول پر مبنی ہوتی جو ہمین علم و انصاف پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتی، تاکہ ان کے

ذریعے سے ہم اس بغض اور نفاق کو دور کر سکتے جو ہمارے اور ہماری مسلمان رعایا کے مابین، مذہب اسلام کا درجہ نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہی،

جب ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے عہد کی سیاست کے فائدے کے لیے، مذہب اسلام کی مدح مین مبالغہ کیے بغیر، اصل حقیقت کو ظاہر کر دین تو ہمارے لئے بہت آسان ہو گیا کہ ہم موسیو رینان کے دعوی کی تردید کر دین، خاص کر اس مسئلے کی، کیونکہ مطالعے اور اہل مشرق کے ساتھ طویل مدت تک میل جول کے تجربات کی بنا پر ہم بالکل تیار ہین کہ اس خاص مسئلے کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "سواری دی کونستانتینو نوپل" مین (جو بہت پہلے تالیف ہو چکی ہی، اور جس مین اشاعت علوم مین مذہب اسلام کا درجہ بیان کیا گیا ہے، اور جس کی تصنیف کے بعد بھی ہم نے دائمی مطالعہ اور بحث و تمحیص سے جدید خیالات پیدا کئے ہین) جو کچھ بیان کیا ہے اس سے زائد اور اہم تر باتون کا اضافہ کرین، مگر ہمارا اصل مقصد جس پر یہ کتاب مبنی ہی، ہماری یاد سے کبھی فراموش نہین ہوا،

پس ۱۴ سال سے یہ ہمارا پختہ یقین ہے، اور اب بھی ہم اس بات کا یقین رکھتے ہین، کہ دین اسلام (جیسا کہ وہ شروع ہوا اور پھیلا، اور صدیون تک جبال البرتا (PYRENEES) سے لیکر ہمالیہ کے پہاڑون تک اس کی حکومت قائم رہی، اور جیسا کہ وہ اس وقت عقلمند مسلمانون مین سمجھا جاتا ہی) ایک ہی مذہب ہے، جو ترقی و تمدن کے عین مطابق ہے، اور یہی ایک مذہب ہی جو علم کا مخالف

نہین ہے، اور بخدا! اگر اہل مشرق کے معاملات مضبوط آرا کے ذریعہ محکم اور منضبط ہو جائین، تو یقیناً اسلام علوم و معارف کو، ان کے زوال کے بعد زندہ کر دے گا جیسا کہ یورپ مین سولہوین صدی عیسوی مین احیاے علوم (رینائزان) ہوا،

موسیو رینان کے خطبے کی تردید کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہی کہ ہم اس کے دعوی کا ملخص اصل عبارتون اور حتی الامکان اس کے اصل الفاظ کے ساتھ پیش کر دین اور وہ یہ ہے:۔

۱۔ عربون کے علوم، عربون کا فلسفہ، عربون کا تمدن، اور اسلامی علوم اسلامی تمدن کہنے کی وجہ سے ایک عالمگیر غلط فہمی پیدا ہوئی، اور بکثرت غلط خیالات کی اشاعت ہو گئی ہی"

۲۔ "بلاد اسلامیہ کا تنزل صاف ظاہر ہے"

۳۔ "اس تنزل کا سبب یہ ہے کہ مسلمانون کی عقلین حماقت کی انتہا پر پہونچ گئی ہین، حتی کہ مذہب نے گویا ان کے دلون پر پردہ ڈال دیا ہی، کہ وہ جدید علوم و فنون سے بے بہرہ رہتے ہین، کیونکہ مسلمان اپنے دوسرے بھائیون سے اس وقت ممتاز ہوتا ہی جب کہ وہ علوم کی تحقیر کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ بحث کرنا کفر ہے، اور یہ کہ اس سے کچھ فائدہ نہین ہی"

اس کی مثال مین رینان نے رفاعہ بک کو پیش کیا ہی،

۴۔ "مسلمانون کا ترقی نہ کر سکنا مذہب اسلام کا نتیجہ ہے"

۵- عہد ماضی سے استدلال بے سود ہے، کیونکہ اس وقت نہ عربون مین ترقی اور علوم موجود تھے نہ مذہب اسلام مین، البتہ پانسو برس کے زمانے مین ممالک اسلامیہ مین بڑے بڑے علما، وفضلا موجود تھے، لیکن اس ترقی کو مذہب اسلام سے کوئی نسبت نہین ہی، کیونکہ اس ترقی کو جن لوگون نے بغداد مین پیدا کیا وہ نسطوری (عیسائی) مجوس، فلاسفہ اور فراموسن وغیرہ تھے، نیز یہ کہ خلفاء کا اسلام بہت کمزور تھا، اور انھون نے الحاد و تشکیک کو اپنا مذہب بنا رکھا تھا۔

اس کے بعد موسیو رینان بغداد سے اندلس کی طرف رجوع ہوتا ہے، اور ان دونون کے بیچ مین جو ممالک پڑتے ہین ان کو نظرانداز کر جاتا ہی، حالانکہ یہ ممالک تمدن اسلامی کا گہوارہ تھے، خصوصًا قاہرہ، اس کے بعد نسطوریہ وغیرہ پر بھی وہ اکتفا نہین کرتا، بلکہ اس کا خیال تو یہ ہے کہ بلاد اسلامیہ مین اشاعت علوم مین اندلس کے یہودیون نے نمایان حصہ لیا تھا،

۶- مذہب اسلام کامیاب ضرور رہا، مگر اپنی بدبختی کے لحاظ سے اسلیے کہ اسلام نے فلسفے کو قتل کر کے خود اپنے تئین ہلاک کر لیا، اور اس پر رینان نے کمال تنزل کا حکم لگا دیا ہی،

اس طرح موسیو رینان نے تاریخ اقوام مین سب سے بڑے تمدن کے اسباب بیان کرنے مین استناد کیا ہی اور دعوی کیا ہے کہ قوم عرب اور مذہب اسلام کو اس تمدن کے پیدا کرنے مین کچھ بھی دخل نہین ہی، اور یہ تو کسی

خیال بھی نہین ہوسکتا کہ وہ موسیو رینان کے اس لیکچر کا مونٹیسکو کی کتاب سے مقابلہ کرے جسمین رومیون کے عروج و زوال کے اسباب بیان کئے گئے ہین اور دیکھے کہ اگر زمانہ اگلے زمانون پر فوقیت رکھتا ہے تو وہ کن وجوہ سے ہے،

مذہب اسلام کی نسبت کچھ عرض کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہی کہ موسیو رینان کے ایک ایک دعوی کی اصلیت و حقیقت سے بحث کیجائے،

(۱)

علوم عرب اور فلسفۂ عرب کا اطلاق،

رینان کے اس قول سے کہ "عربون کے علوم عربون کا فلسفہ" ایک طرح کا التباس ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے غلط رائین پیدا ہوگئین، اگر ان کلمات کے معنی نسلی حیثیت سے لئے جائین تو بحث نہین پیدا ہوسکتی، یہ غلطی ان الفاظ کو اپنے معلق معنون مین لینے سے پیدا ہوئی ہے،

جس اچانک پیدا ہونے والے تمدن کی اشاعت آناً فاناً ایک تہائی دنیا مین ہوگئی اور اس وقت ہوگئی جب کہ دنیا قعر جہالت مین گری ہوئی تھی اور جس کے مقابلے مین یونانیون اور رومیون کا تمدن صرف ایک برس کر گذر جانے والے ابر کی مانند تھا، اس تمدن کے اسباب کا ذکر اور اس کی نسبت عرب کے ساتھ بیان

ممکن نہین ہے، کیونکہ یہ تمدنی انقلاب تمامتر مرکب ہے ان ہزارون اور لاکھون
بہادرون کے کارنامون سے جو جزیرۃ العرب سے نکلے تھے،

نسل کا مسئلہ اس بات کو بیان کرنے کے لئے کافی نہین ہی، کہ اہل عرب نے
مختلف اقوام پر حکومت کی ہی، اور زبان اور مذہب کے لحاظ سے ان کو امت واحد
بنادیا، باوجودیکہ یہ اقوام اہل عرب سے اور ان کے قواعد و رسوم سی بالکل مخالف تھین
قوت سے استناد کرنا بھی ممکن نہین ہے، کیونکہ فلسفہ تحقیقی طور پر ہمین بتاتا ہی
کہ قوت جب ترقی کے بغیر استعمال کیجاتی ہے تو وہ کچھ مفید نہین ہوتی،........
رہے اسلامی علوم اور اسلامی تمدن، سو اس زمانے مین بلاد اسلامیہ کے تنزل و انحطاط
کو دیکھتے ہوئے موسیو رینان نے ان کی مذمت کی ہی،

(۲)

بلاد اسلامیہ کے تنزل کا دعویٰ

اس تین تنزل کے اسباب اور مسببات کی مبسوط و مفصل تشریح کا دعوی اکثر
مدعیان تالیف نے کیا ہے، لیکن ہمین ان کی دلائل لغو معلوم ہوتی ہین، کیونکہ وہ
غیر ثابت اشیاء پر مبنی ہین جو صرف بادی النظر مین معتبر معلوم ہوتی ہین، بلاد اسلامیہ
کی تنزل کا خواہ وہ بالاتفاق صحیح تسلیم کیا جائے، کچھ بھی ثبوت موجود نہین ہے، اور نہ

ان کی ظاہری حالت سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا مناسب ہی،

رہا مادی تنزل تو اس مین کوئی اختلاف نہین ہی. کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ بلاد اسلامیہ مین سے کسی شہر مین ریل گاڑیان، تار برقی، سلح جنگی جہاز، اور دولت وثروت وغیرہ اشیا اس قدر نہین پائی جاتی، جیسی عیسائی ممالک مین ہین، اسی طرح یہ بھی معلوم ہے کہ ایشیا و افریقہ کے باشندے ایسی مرفہ الحالی سے زندگی نہین بسر کرتے جیسی اہل یورپ کرتے ہین، لیکن اس کے معنی یہ نہین ہو سکتے کہ مسلمانون کے لئے ہماری ہو حشم پر رشک وحسد کرنا اور ہمارے لئے ان کو وحشی سمجھنا لازمی اور ضروری ہے، نہ ہمارے پاس یہ سمجھنے کی کوئی وجہ ہے کہ مسلمانون کی زمانۂ ماضی وحال مین کوئی قدر نہ تھی، اور نہ ہے، اور نہ وہ اپنے معاملات کی اصلاح ودرستی کر سکتے ہین، یہان مسلمانون اور عیسائیون کے اچھے برے وقتون کا بیان کرنا مقصود نہین ہی کہنا یہ ہے کہ اقوام کی مثال خانوادون کی سی ہے کہ اون کی خوشحالی کا دارومدار صحت سے متمتع ہونے اور آپس کے اتفاق پر ہے، نہ کہ تعلی اور تکبر پر، پھر کیا ہم ایسے بلند رتبہ پر پہنچ گئے ہین کہ ہمارا کوئی لمحہ بیکار صرف نہین ہوتا؟ اور یہ مان کر کیا ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم اس بات کا بھی یقین رکھین کہ ہم ہمیشہ اسی حالت مین رہین گے؟

کیا ترقی کی عام تحریک کے برخلاف مسلمانون مین تنزل ہو رہا ہے، اور وہ ایسے جمود کی حالت مین ہین کہ ان پر دردناک حوادث گذر رہے ہین، پھر بھی وہ ٹس سے مس نہین ہوتے؟ کیا وہ ہماری لڑائیون، ہماری جنگجوئیون اور ہمارے

اکتشافات علمیہ کا مقابلہ کرنے کے باوجود ان سے غیر متاثر رہ سکتے ہین ؟ ان تمام
سوالات کا جواب امعان نظر اور دقت و تامل چاہتا ہے، بعض اوقات دیکھنے
والون کو اثناے تحقیق مین نظر آئیگا کہ ایک ایسی ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کا
احترام واجب ہے، جس کے افراد اپنی اس جماعت سے خوش ہون، اسلام کے
ادبی اور معاشی امور جن پر جمعیۃ اسلامی کاربند ہے، محکم اور مدبر ہین، خواہ مسلمانون
کی انفرادی قیمت اور وقعت کچھ بھی ہو، اس جماعت (سوسائٹی) مین ایک کی
امداد کرنا دوسرے پر مذہبًا فرض ہو، امداد طلب کرنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہو،
اور اس کا جواب دینا ہر ایک پر فرض ہے، اس جمعیۃ مین ہر عورت کا ایک شوہر
ہے، اور ہر بیٹا اپنے باپ کو پہچانتا ہو، اسمین ایسے مرد ہین جو اپنی بیویون کے ہاتھون
بک جانے کے بجائے، ان کو مہر دیکر حق ادا کرتے ہین، ان مین دیوانون اور مجذوبون
کی عزت کیجاتی ہے، ان کا مذہب سود خواری اور قمار بازی، اور فسق و فجور کو حرام
ٹھہراتا ہے، ان کی عبادت قوانین صحت پر مبنی ہے، مثلاً وضو، ان مین لاکھون
پاک نفوس ہین، ان کے لشکر نہایت استقلال کے ساتھ اپنی مدافعت کرتے ہین،
جیسا کہ محاربۂ پلونا مین معلوم ہو چکا ہے، اور دشمن پر بہادری کے ساتھ حملہ آور ہوتے
ہین، جیسا کہ درۂ خیوہ مین نظر آچکا ہے، اور وہ بھی اس حال مین جبکہ خوراک، پوشاک
اور تنخواہ کی اشد حاجت تھی، مسلمانون کے سوا دوسرا لشکر اس کو کبھی برداشت
نہین کرسکتا،

(۳)

علوم عقلیہ سے مسلمانون کے شدید بغض کا دعویٰ،

موسیو رینان کو یقین ہے کہ مسلمان تحصیل علم کے قابل نہین ہے، نیز یہ کہ
وہ علوم کا سخت دشمن ہے، اور اسکی مثال مین انھون نے رفاعہ بک کا نام لیا
ہے، جو فرانس مین مصری اسکول کے صدر مدرس تھے، اور جنھون نے مصر واپس
ہونے کے بعد ایک کتاب تصنیف کی تھی جسین انھون نے دعویٰ کیا ہو کہ علوم
مذہب اسلام کے مخالف ہین، لیکن مین کہتا ہون کہ میرے قاہرہ کے زمانۂ قیام مین
رفاعہ بک سے ان کی وفات سے پہلے میری ملاقات اور اس موضوع پر ان سے
بہت کچھ گفتگو ہوئی تھی، اس لئے موسیو رینان نے ان کی نسبت جو کچھ کہا ہے
اس پر مجھے تعجب ہوتا ہے، کیونکہ وہ (رفاعہ بک) علمی کتابون کے ترجے مین اپنا
وقت صرف کرتے تھے: اور آج بھی ہم دیکھتے ہین کہ خود ان کے قلم سے یا انکی
ماتحتی مین ترجمہ کی ہوئی کتابین مصر کے مدارس مین پڑھائی جاتی ہین، اور ان کا
بیٹا عرابی پاشا کی بغاوت مین شریک تھا جو نتائج پر غور کئے بغیر اس نے
برپا کی تھی،

فی الجملہ دیکھا جائے تو نتیس سال کی مدت سے ترقی ظاہر ہو رہی ہے،

اور کچھ عرصہ ہوا کہ سفارت مصریہ کے تلامذین سے جامع ازہر کے تین مشائخ تھے جمین سے ایک صاحب قوانین فقہیہ مین ڈاکٹری کی سند حاصل کرنے کی غرض سے مذاہب وادیان کے مقابلہ پر اپنا مقالہ (Thesis) پورا کرکے جینوا کی یونیورسٹی مین پیش کرنے کے لئے مصر کو پلٹ آئے، اور دوسرے ابو النعمان آفندی ہین، جو پیرس مین السنہ شرقیہ کے کالج مین لسانیات کے پروفیسر تھے اور وہان اپنے زمانۂ قیام مین مدرسۃ المعلمین واقع اوتوی مین درس کے لئے حاضر ہوتے تھے، اور اس وقت سیاسی کالج کے درس مین شریک ہوتے ہین، تیسرے شیخ حسن جلال ہین جو سان لوئی (San Louis) کے مدرسۂ ثانویہ مین تعلیم پاتے ہین جو بیچلر آف سائنس کی ڈگری کے لئے ضروری ہی، اس پر مستزاد یہ کہ اپنی تحصیل علم کے تمام لوازم کو ادا کرتے ہوئے وہ ہمیشہ رمضان کے روزے بھی رکھتے ہین اور باایں ہمہ وہ نہ فلسفی ہین نہ متشکک،

ان لوگون کے نام ہم نے یہان اسلئے پیش کئے ہین کہ جو کوئی موسیو رینان کے لکچر کی نسبت ان کی رائے معلوم کرنا چاہے وہ ان سے دریافت کرسکے،

مسلمان نوجوانون کی ذکاوت فہم اور علوم مین دستگاہ کی نسبت مین اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہون جو مجھے سات سال سے سفارت مصر کا انتظام کرتے ہوئے حاصل ہے، علاوہ ازین بہتر ہوگا کہ جو شخص انکی حقیقت جاننا چاہے، وہ پیرس کے مدارس کے دفترون سے معلوم کرے، اور مدرسۃ القناطر

(انجینیرنگ اسکول) مدرسۃ الحرف والصنائع (ٹکنیکل اسکول) مدرسۃ العلوم السیاسیہ (پولٹیکل اسکول) یا شہر اکس کے مدرسۂ فقہیہ، قانونی کالج کے صدر (پرنسپل) یا شہر مونٹپلیہ (Montpellier) کے مدرسۂ طبیہ (میڈیکل کالج) کے صدر (پرنسپل) سے دریافت کرے۔

اس بارے مین مقابلہ اور قطعی دلیل کے طور پر ہم یہان دو مثالین پیش کرتے ہین اور وہ عثمان بک غالب اور محمود بک ریاض (ریاض پاشا کے صاحبزادے) ہین جو فرانس مین تحصیل علم کی غرض سے سات سال سے مقیم ہین۔ ان مین سے اول الذکر طب اور ڈاکٹری کی سند لیکر مصر واپس آگئے ہین، اور اس وقت قاہرہ کے مدرسۂ طبیہ مین (جس کے تمام مدرسین یورپ کے تعلیم یافتہ ہین اور جنہین سے اکثر زمانۂ تعلیم مین اپنے ساتھیون پر فوقیت رکھتے ہین) معلم ہین، اور آخر الذکر نے علوم مین تیسرے درجہ کی سند علوم فقہیہ مین تکمیل کی سند اور سیاسی کالج کی سند شہر اکس سے حاصل کی ہے، اور اس وقت وہ مصر کے وزیر داخلہ کے پرائیویٹ سکریٹری ہین، اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ موسیو رینان کا یہ دعویٰ کہ مسلمانون کے دلون پر پردہ پڑا ہوا ہے، یقیناً باطل اور بے اصل ہے، اور یہ کہ اس پردے کا وجود خود اس کے تصور کے سوا اور کہین نہین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فیصدی چار پانچ کو چھوڑکر باقی تمام مسلمان طلبہ کو تحصیل علم کی طرف حد سے زیادہ رغبت اور شوق ہے، حتیٰ کہ کثرت مطالعہ کے

باعث اون کی صحت خراب ہو جانے کے اندیشے سے ان کو روکنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور بخدا! اگر مصر کے ثانوی مدارس کی تعلیم مکمل طور پر ہو جائے، اور اس کے ذہین طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے یوروپ بھیجا جائے، تو اسمین شک نہین ہو کہ یہ مسلمان طلبہ ہمارے تمام مدارس کے طلبہ سے آگے نکل جائین گے،

اس بات سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ رفاعہ بک اور قاضی موصل کے جواب کی تمثیل کو رینان نے اپنے فلسفیانہ خیالات کے غلبہ کی وجہ سے نہین دیکھا، اس کو اب یہان دہرانے کی ضرورت نہین ہو، کیونکہ تاریخ اور آثار باقیہ بلاد اسلامیہ کے زمانۂ عظمت کی نفی نہین کرتے، اور موسیو رینان نے مسلمانون کے متعلق جو طعن کیا ہو اس کے انکار کرنے سے تمام مسلمانون کو علی الاطلاق نہین روکتے۔

(۴)

مسلمانون کا ترقی نہ کر سکنا دین اسلام کا نتیجہ ہے

موسیو رینان کہتا ہے کہ اسلام ترقی کا حامی نہین ہے، بلکہ وہ تو عین اس کا مخالف ہے۔ مگر یہ اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ ہم صرف سو برس پہلے بلاد اسلامیہ کی حالت کا موجودہ حالت سے مقابلہ کرنے پر اکتفا کرین، کیونکہ بلاد اسلامیہ کی تمام حدود چارون طرف سے مغلوب ہو گئی ہین، حتی کہ بلاد اسلامیہ کا جز تہائی حصہ

اغیار کے زیر حکومت ہے، اور بقیہ کاشتکاری، اور یورپ کے بنکون کو زندہ کہ اپنی قوم اور ذات کو متمول بنانے کے لئے مزدوری کرتا ہے، مگر یہ کافی دلیل اس بات کی نہین ہے کہ مسلمان حالت تنزل مین ہین، اور ترقی نہین کرتے جو شخص ایسی رائے رکھتا ہے وہ منصف مزاج اور سیاست دان نہین ہے،

ممالک اسلامیہ کے ہر سیاح کو معلوم ہے کہ ان مین جنگ کریمیا کے زمانے سے ایک انقلاب پیدا ہو گیا ہے، (خاص کر امور حربیہ مین) جو افراد اور اشیاء کو دیکھنے سے پورے طور پر ظاہر ہو رہا ہے، ترکی ممالک مین سلطان محمود نے اور محمد علی نے مصر مین جو اصلاحات داخل کی ہین ان کے فوائد اب تک برابر جاری ہین، چنانچہ کثرت سے مدارس قائم اور منتظم ہو گئے ہین، اور عربی اور ترکی اخبارات شائع ہو رہے ہین، ان تمام باتون کے باوجود بلاد اسلامیہ کے تنزل کو ان کی عدم قابلیت ترقی سے نہین، بلکہ ان ممالک کی سرعت ترقی سے منسوب کیا جا سکتا ہے، جو ان ذرائع اور اسباب کی کثرت پر مبنی ہے، جو ممالک اسلامیہ کی ثروت اور ترقی کے لئے ضروری ہین، نیز اس بات پر مبنی ہین کہ اغیار کی حرص و طمع ممالک اسلام پر غالب ہونے کے سلسلے مین منقطع ہو چکی ہین، اور ظاہر ہے کہ ہمین تو علوم اور ترقی مین مشغول ہوئے صرف تین ہی صدیان گذری ہین،

(۵)

علوم اور ترقی عربون مین اور اسلام مین کچھ بھی نہین پائی گئی اور جو ترقی اور علوم مسلمانون مین پائے جاتے ہین انکو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہین ہے،

یہ عجیب اتفاق ہے کہ موسیو رینان کے لکچر دینے سے صرف دو روز پیشتر ایک بڑے جید عالم اور ڈاکٹر (بیاطرہ سنتا) نے اسی مجلس کے سامنے "علم طب اور قوانین صحت مین عربون کی یادگارون" پر ایک مضمون پڑھا تھا، جو ۱۷ مارچ کے "ریویو سائنٹفک" ایسے بلند پایہ رسالے مین شائع ہوا ہے، یہ مقالہ علم الحیاۃ (Biology) مین عربون کے اکتشافات پر مشتمل ہے، اور چونکہ اس علم کی واقفیت ریاضیات، ہیئت، اور طب و کیمیا پر موقوف ہے، اس لحاظ سے یہ مقالہ قرون وسطی مین تمدن اسلام کی حقیقت سے ہمین آگاہ کرتا ہے، اگر موسیو رینان اس مقالہ سے واقف ہوتا یا سدیو (Sedillot) اور دروی (Draper) نے عربون کے علوم و آداب، فنون اور صنائع پر اپنی تصانیف مین جو کچھ لکھا ہے، ان کے ذریعے اس بات سے واقف ہوتا کہ اس قوم

نے جو بے شمار ایجادات کی ہین ایسے وقت مین جبکہ یورپ جہالت اور وحشت کی دلدل مین پھنسا ہوا تھا، تو اس غیر معمولی واقعے کو ایسے بیہودہ اسباب سے منسوب نہ کرتا،

مجھے اس بات پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے علما اور فلاسفہ مین سے ایک نامور آدمی اس عظیم الشان تمدن کو، جو تمام دنیا مین پھیل گیا، اور جس مین جمہوری اور عادلانہ حکومت تھی، نسطوریہ، مجوس اور یہودیون کی مختصر جماعتون سے منسوب کرتا ہے، اور عربون اور ان کے مذہب کو بھلا دیتا ہے، اور ان کی تعریف بھی کرتا ہے۔ تو اس طرح ضمناً کہ اسلامی اقوام کو پانچسو برس تک علوم مین اقوام مسیحی پر بلندی اور برتری حاصل تھی!!

جس کسی کو اہل مشرق کے ساتھ میل جول رہا ہو اس کے لئے اقوام اسلامی کی طبائع مین امتیاز کرنا آسان ہوگا، ایرانیون، افغانیون، اور بغدادیون کے چہرون کی رنگت، اور شک و انکار کی حد تک ان کی تشکیک جس کی وجہ سے وہ مشہور ہین، اور ان کا ضروریات زمانہ کے مطابق مذہبی احکام کی تشریح کرنا ان باتون پر غور کیا جائے تو یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ ہمارے زمانہ مین کون کس سے آگے بڑھا ہوا ہے، اور اگر ہم فرع کو اصل پر قیاس کرکے فرض کر لین کہ خلفائے عباسیہ کافر تھے، کیونکہ ان کی مجلسین، ملحدین اور فلاسفہ سے مزین ہوتی تھین، تو یہ صرف بغداد کی نسبت کہا جا سکتا ہے، جس مین دمشق، قاہرہ، مراکش اور

(۱) مذہب عیسوی آگسٹس بادشاہ کے وقت مین ظاہر ہوا ہے، جبکہ
رومی تمدن اوج کمال پر پہنچا ہوا تھا، اور اس کی نشو و نما ممالک یہود مین ہو چکی تھی،
اس لئے انھین شہرون مین اسکی (تمدن کی) اشاعت ہو کر نہ رہ گئی تھی، بلکہ
یونانیون اور رومیون کے شہرون مین بھی ہوئی، جو اس زمانے مین زبردست
متمدن شہر مانے جاتے تھے، اور وہین سب سے پہلے اس مذہب کو قبول کیا گیا،
اب اس کے لئے صرف یہی رہگیا تھا کہ جو کچھ ترقی اور علوم وہان پائے گئے ان کی
حفاظت کرے، اور ان کو قائم رکھے،

(۲) مذہب اسلام کا ظہور ایسے زمانہ مین ہوا جسمین رومی تمدن کا کوئی
اثر موجود نہ تھا، اور اس کا گہوارۂ نشو و نما جزیرۃ العرب ایک ایسا اجاڑ اور غیر
متمدن ملک تھا، جس کے باشندے آج تک خرافات اور اوہام مین مبتلا
ہین، وہ لوگ بت پرست اور جاہل تھے، ان کی عقلون مین اس یونانی اور
رومی تمدن کو قبول کرنے کی استعداد ہی نہ تھی، اور نہ شعر گوئی کے سوا
انھین کسی فن مین دست گاہ حاصل تھی، با این ہمہ تم دیکھتے ہو کہ مذہب عیسوی
نے اس چراغ کو جو بت پرستون سے حاصل کیا تھا، بجھا دیا، مگر جب مذہب اسلام
آیا تو اس نے اس شمع کو روشن کر دیا، اور تمام دنیا کو اس کی روشنی سے منور کر دیا،
وہ ایک ایسا قانون تمدن لیکر آیا جو طبیعت انسانی کو تنزل اور انحطاط
سے باز رکھنا چاہتا ہی،

ترقی پر بحث کرتے ہوئے نامناسب نہ ہوگا اگر ہم اس موقع پر مذہب اسلام
کی تحقیر کرنے والون کو (جو قانون ارتقار کو اس طریقے پر لیتے ہین کہ افعال پر
نظر کر کے اشیائے علمیہ کی طرف" اور نتائج کو دیکھکر اصول کی طرف رجوع
کرنا ان کے لئے ممکن ہو) کچھ دیر یہان ٹھہرادین اور فلکیات، طبعیات،
طبقات الارض، تاریخ طبعی، آثار قدیمہ اور تاریخ کے علمار کو اپنا حکم بنائین اور
ان سے پوچھین کہ علوم کا ایک حصۂ کثیر باقی رہنے کے بعد "احیار علوم" کا
معرض ظہور مین آنا کیا اس بات کو تسلیم کر لینے کے لئے کافی نہین ہی کہ یہ
"احیار علوم" اپنے ماقبل سے کہین بڑھ چڑھ کر ہے؟ یہی مثال مذہب اسلام
کی ہے جو مذہب عیسوی سے چھ صدیون کے بعد ظہور پذیر ہوا، اور جبکہ اس
آخری حادثۂ علمیہ کے اسباب و اصول کی حسن ترکیب اور وسعتِ تشکیل کی
فضیلت ظاہر ہو چکی ہی، تو اس مین کیا شک ہو سکتا ہی، خدائے واحد کے اعتقاد
کو خلافِ حوادث. انسانی شکل مین ظاہر ہونے والے تین خداؤن سے
مرکب خدا کے اعتقاد سے جو حدِ فا[illegible]ن جدا کرتی ہے، اس کے اعتبار سے
مذہب اسلام کی بنیاد از روے قواعد علمیہ مذہب عیسوی سے اعلیٰ و ارفع
ہے، جیسا کہ اسلام اپنے آغاز مین بہتر مین اور منفعت بخش تھا، اس کے لئے جس نے
اس کو مذہب عیسوی سے اس کی ابتدائی حالت مین اخذ کیا، بہ نسبت اس کے
جس نے اسکو اپنا دین بنایا،

کیا نوع انسان ایک جسم کی طرح نہین ہی، جس کے ہر عضو کے لئے
اسکی حیثیت کے مطابق ایک کام سپرد کیا گیا ہے،؟
مذہب اسلام اس لئے آیا کہ بنی آدم کے ایک بڑے حصے کو جو گذشتہ
مذاہب کی وجہ سے آپس مین ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو رہے تھے،
ایک کر دے اور جو قومین قبل از اسلام قعر جہالت مین پڑی ہوئی تھین ان مین
علم کی اشاعت کرے،
چونکہ ماہرین تاریخ کے لئے ہماری یہ تحریر بہت واضح ہے، اس لئے صرف
اسی اشارے پر ہم اکتفا کرتے ہین، کہ دنیا کی حالت چھٹی صدی عیسوی مین کیا
تھی، اور بتانا چاہتے ہین کہ کس طرح اس پر وحشت و جہالت طاری تھی، اور اس
زمانے کے عقلاء کس طرح مذہبی مجادلات مین منہمک تھے، حتی کہ خلاف عقل آراء
اور حد سے بڑھے ہوئے اعمال نفسانی کی انجیل سے تائید کیجاتی تھی، اور عیسائی
ممالک ایک ایسا میدان جنگ بنے ہوئے تھے جہان "خدائے واحد" یا "خدائے
ثلاثہ"، اور اسکی کنہ و حقیقت کی نسبت ہاتھون مین اسلحے کر بحث کرنے والون
کے ہاتھون خون کی موجین بہ رہی تھین، فسق و فساد انسانی سوسائٹی کے
نظام مین ابتری پیدا کر رہے تھے، اور جبکہ کیتھولک ہنس اور اہل فارس روم مین
الی ڈالی ہوئی بنیاد کی بربادی کو مکمل کر رہے تھے، تو کوئی شک نہین ہے کہ ایسے
وقت مین یعنی محمد صلعم کے ظہور (قدسی) کے وقت دنیا ایک ایسے شخص کی محتاج تھی

جو اس کو ان آفات و مصائب سے نجات دلائے جمین وہ گھری ہوئی تھی،

اس پر بھی اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ محمد (صلعم) کاذب (نعوذ باللہ) تھے تو وہ اس مسئلے کو حل کئے بغیر اور کامیابی کے اسباب کو بیان کئے بغیر اپنا فیصلہ صادر کر دیتا ہے،

اور ہم (یعنی گروہ فلاسفہ محققین) کہتے ہین کہ وہی لوگ دنیا مین بلند رتبہ ہوتے ہین جن کے کارنامے زمانہ دراز تک زندہ رہتے ہین، اور وہ غیر معمولی ارباب عقل و دانش ہین، جو دنیا کی اصلاح اور اپنے زمانے کے امراض کی شفا بخشی کے لئے تشریف لاتے ہین، ان کی شفقت ضروریات دنیوی کو ایجاد کرنے کی بحث کی طرف آمادہ کر دیتی ہے، اور ان ضروریات کا تصور کئے بغیر ان کے حصول کی ترغیب دلاتی ہے، اور محمد (صلعم) نے جو کچھ کیا وہ یہی تھا کہ آپ نے معرفت دنیا مین لوگون کو گمراہ دیکھکر اون کی ہدایت و ارشاد کا عزم کیا، اور قوانین فطرت کو امور دنیوی کے ساتھ جتنے کہ اس زمانے مین معلوم تھے، مطابق کر دیا، اسی لئے تثلیث آلہہ کی لغویت کے بجائے "توحید" باری تعالیٰ کا اعلان کر کے باپ، بیٹا اور روح القدس کو ایک بنا دیا، اس کی وجہ سے قومون کے مابین جو عداوتین اور جھگڑے پیدا ہو گئے تھے ان کو دور کر دیا، واضح رہے کہ وحدانیت مذہب اسلام کی اصل و بنیاد ہے، اور یہی محمد (صلعم) کی کامیابی کا اصلی سبب ہے، ایک بہت بڑے مصنف نے خوب کہا ہے:-

"تمام اقوام علم الٰہیات کے خرافات میں مبتلا تھیں، ایسے وقت میں وحدانیت کا اعلان ایک بہترین شے تھا، حتیٰ کہ محض کلمۂ وحدت" کہنے کے ساتھ ہی محمد (صلعم) نے غیر موحدین کے معابد کی سرد بازاری کر کے روشنی توحید سے ایک تہائی دنیا کو منور کر دیا۔"

موسیو رینان کا یہ کہنا کہ خلفائے عباسیہ اہل شک تھے، اور مذہب اسلام پر طعن کرنے میں اس سے استناد کرنا بالکل بے محل ہے، اس رائے کے لئے اگر کوئی دلیل بھی ہو تو اس دلیل کے جان لینے سے پہلے یہ رائے قرآن شریف کی رو سے رد کر دینے کے قابل ہے، جس میں یوں ارشاد ہوا ہے:۔

"اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو روئے زمین کے تمام باشندے ایمان لے آتے[1] تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ سب کے سب ایمان والے ہو جائیں"

یا

"اور اہل انجیل کا اس بات سے فیصلہ کرنا چاہئے جو خدا نے اس (انجیل) میں اتاری ہے[2] اور جو لوگ خدا کی اتاری ہوئی (وحی) کے مطابق فیصلہ نہیں دیتے وہ بدکردار ہیں"

---

[1] ولو شاء ربك لآمن من في الارض كلهم جميعا افانت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين (سورہ یونس) [2] وليحكم اهل الانجيل بما انزل الله فيه ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون۔ (سورہ مائدہ)

یا

"اور اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر بہ عنوان شایستہ بہ استثنا ان لوگون کے جنھون نے ان مین سے ظلم کیا، ان سے کہو کہ جو کچھ ہم پر نازل ہوا اور جو کچھ تم پر نازل ہوا، ان سب پر ہم ایمان لا چکے ہین، خدا ایک ہے، اور ہم اسی کے فرمان بردار ہین"[۵۱]

یا

"ہر قوم کے لئے ہم نے ایک راستہ بنایا ہے جس پر وہ چلتے ہین، پھر تو انہین تم سے اس امر مین جھگڑا نہ کرنا چاہئے اور تم تو اپنے پروردگار کی طرف دلوگون کو بلاتے جاؤ بیشک تم سیدھے راستے پر ہو"[۵۲]

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب اسلام عام اتحاد کا حکم دیتا ہے، موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) کی نبوت کا اعتراف اور حضرت مریم کی تعظیم کرتا ہے، اور عادات عرب مین سے جو اسلام کی مخالف نہین تھین، ان کو قائم رکھتا ہے، اور جو اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر برے کامون سے بچے اور خدا کو ایک جانے

۵۱ وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (سورہ عنکبوت)

۵۲ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ (سورۃ الحج)

اس سے جنت کا وعدہ کرتا ہے،

مذہب اسلام کی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہی، کہ خانۂ کعبہ کے گرد رکھے ہوئے بتون کو توڑتے ہوئے آپ (آنحضرت صلعم) نے ارشاد فرمایا۔

"حق آیا اور باطل گیا، حسب ونسب کی قدامت کے خیال سے انسانون مین امتیاز نہین ہی، کیونکہ سب آدم ہی سے پیدا ہوئے ہین، اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے، پس تمام انسان آپس مین بھائی بھائی ہین[1]"

لہذا ہمین "اسلام" کے معنی کی حقیقت نہ بھلا دینا چاہئے جیسا کہ ہمارے زمانے مین (جو بہترین اور آزادانہ آرار اور خیالات کے تبادلہ کا زمانہ ہے) اکثر لوگ کہا کرتے ہین، ایک بونا پارٹ ہی ایسا شخص تھا جس نے فی الحقیقت اپنی طبع وقاد سے اسلام کے معنی کو سمجھا، جیسا کہ حکومت مصر کے زمانے مین، اس کے برتاؤ اور اس کے قول سے ثابت ہوتا ہی، کہ عیسائیت ایک طرح کی تہدید (سزا) ہے، اور اسلام وعید (سزا کا خوف)

مصنف مراشی (MARRAECI) نے جسے وفات پائے ہوئے دو سو برس گذر چکے ہین، محمد (صلعم) کی اس طرح تعریف کی ہی۔

"دین محمدی نے عیسائیت مین جو کچھ عقل کے مطابق تھا، اسکو قائم رکھا اور جو کچھ

[1] قد جاء الحق وزهق الباطل لا تمیز بین الناس نظرا لقدم حسبهم ونسبهم فان الکل من آدم وآدم من تراب فالجمیع اخوة (او کما قال)

قانون فطرت کے مطابق تھا" اس پر اضافہ کیا"

مگر اس مصنف سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ ظہور اسلام کے زمانے مین اشاعت علوم کے اسباب کو بیان کرتا، حالانکہ یہ اسباب خود قرآن مجید اور احادیث مین موجود ہین چنانچہ آپ نے فرمایا ہے اطلبوا العلم ولو کان بالصین، (علم حاصل کرو خواہ وہ چین مین ہو) اور اس بات کے جواب مین کہ حکومت کا مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ "اعلم" ہے، عرض کیا گیا کہ "اعلم" کون ہے، تو فرمایا "اعلم" وہ ہے جو ہر شے کو جانتا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "جس کسی نے مجھے ایک حرف سکھایا مین اس کا غلام ہو گیا" اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات مسلمانون مین بالقوہ موجود ہے، بالفعل نہین ہی، تو ہم یہ کہتے ہین کہ اگر تم کسی ایسے سیاح سے دریافت کرو جس نے ممالک اسلامیہ کی سیر کی ہو تو وہ تم کو جواب دیگا کہ کوئی مسجد ایسی نہین ہی، جہان کوئی مدرسہ نہ ہو، مسلمانون کے عمدہ ترین رسوم مین سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ لڑکا جب پہلی بار مکتب مین داخل ہوتا ہے تو اس کے لئے کھانے کی دعوت کیجاتی ہی،

جس کسی نے قرآن مجید کے بیانات پر غور کیا ہی، اسے معلوم ہوگا کہ اسلام کا مدار "وحدانیت" ہے، اور "اخوۃ" اور "علم" اس کے دو قطب ہین جن کے ذریعہ امور دنیوی کی ترمیمن کیجاتی ہے، لہذا یہی اسباب ہین اسلام کی کامیابی کے،

موسیو رینان نے تو اسلام کے عروج کے لئے پانچسو برس کی حد مقرر کرد ہے، حالانکہ اس کے بعد بھی مدت دراز تک اسلام کی شان و شوکت قائم رہی

کیونکہ بغداد اور قرطبہ کے زوال کے بعد سلطان سلیمان ہوئے جنھون نے اسلام
کی عظمت کو انتہائی درجۂ رفعت پر پہنچا دیا، ان کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت
بارہ کرور نفوس پر حاوی تھی، جو اپنی جنگی طاقت، مستحکم نظام، دانشمند حکام اور
روشنی تمدن کے لحاظ سے دنیا کے تمام باشندون پر سبقت لے گئے تھے، اس کے بعد
سنہ ۱۶۸۳ء مین شہر ویانا (Vienna) کے محاصرے کے بعد سے تنزل کا دور
شروع ہوا جیسا کہ واقعہ رونکروا کے بعد سے اندلس کا زوال شروع ہوا تھا،

علاوہ برین ہمین یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ اسلام کی عظمت ترکون کے
عہد حکومت مین وہی تھی جو عربون کے زیر حکومت تھی، پس اگر کوئی شخص ترکون
کی عظمت و رفاہیت اور اسلام کی رفعت مین ان کے مرتبے سے ناواقف ہے،
تو اس کو مشہور کتابون کا مطالعہ کرنا چاہئے، مثلاً، تاریخ العرب مصنفہ مونتوکلی اور
تاریخ الدولۃ العلیہ، جو گذشتہ صدی مین تصنیف ہوئی ہین اور اس مقصد کیلئے کافی ہین،
سنہ ۷۴۳ء مین یعنی محمد (صلعم) کی وفات سے ایک سو گیارہ برس کے بعد
اسلامی سلطنت اسکندر مقدونی کی سلطنت سے، اور قریب قریب قیصر کی حدود
مملکت سے بھی وسیع تر تھی، اور سنہ ۱۵۶۶ء مین سلطان سلیمان کی وفات کے وقت
وہ رومیون کی سلطنت سے بھی بڑی تھی، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام
کی عظمت برابر ایک ہزار سال تک قائم رہی ہے، اور ہر وہ شخص جو جانتا ہے،
کہ سیاست اور حریت کے اس بلند درجے پر پہنچنا بغیر علوم کے ناممکن ہے، وہ

ضرور اقرار کریگا کہ اسلام علوم اور تمدن مین بہت ترقی یافتہ تھا، اسی طرح ہر وہ شخص جو جانتا ہے کہ انسانون کی طرح مذاہب اور ممالک کی عمرین ہوا کرتی ہین جس کے دوران مین وہ نشو و نما پاتے ہین ضعیف ہوتے ہین، پھر مرجاتے ہین، وہ جان سکتا ہے کہ دوسرے مذاہب اور ممالک پر جو دور گذر چکا ہے، وہی اسلام اور اس کی سلطنت کے لئے بھی ہونا لازمی ہی، با این ہمہ اسلام نے متنزل ہونے سے پہلے ہی اپنا فرض پوری طرح ادا کر دیا ہے، جو اس پر عائد ہوتا تھا یعنی یہ کہ وہ یونانیون اور رومیون کے تمدن اور ہمارے احیار علوم (Renaissance) کی ایک درمیانی کڑی بن گیا، اور اگر اسلام نہ ہوتا تو دنیوی ترقیان صدیون تک پیچھے ہٹ گئی ہوتین، اس سے اسلام کی فضیلت معلوم ہو سکتی ہی، ایک فرانسیسی عالم لیتر بہ نے تمدن اسلام کو "احیار علوم صغیر" کا لقب دیا ہے، غرض کہ ترقی علوم کو ان مسلمانون سے منسوب کرنا جو اپنی غفلت کی وجہ سے اپنے دین پر قائم نہ رہے ہون، ایسا ہی ہے کہ ایک ثلث دنیا کی فتوحات کو عربون کے سوا کسی سے منسوب نہ کیا جائے: کیونکہ اشاعت اسلام کی فوری کامیابی کی تشریح انہین چھوٹی اقوام کے قبول اسلام کے ذکر سے ہو سکتی ہی، جو عربون کے قرب و جوار مین رہتی تھین، چنانچہ آریوس اور دوسرے مذاہب جو وحدانیت کی تعلیم دیتے تھے، سب کے سب اسلام مین تحلیل ہو کر ناپید ہو گئے، جس طرح گرتے ندی مین مل کر ناپید ہو جاتے ہین۔

فی زمانتا اسلام کے تنزل کا اصلی سبب علوم کی طرف بے توجہی ہی کیونکہ تاریخ ہمین دو باتین بتاتی ہے:۔

(۱) ہمارے زمانے مین علوم کی ترقی مذہب عیسوی کے ترک کردینے سے ہوئی ہی، کیونکہ اسلام اور علوم کلی طور پر دونون ایک دوسرے سے وابستہ ہین،
(۲) ایک عیسائی اگر عالم بنتا ہی، تو اسکو اپنا مذہب ترک کرنا پڑتا ہے۔ برخلاف ایک مسلمان کے کہ وہ ہرگز اپنا مذہب نہین چھوڑ سکتا تاوقتیکہ وہ جاہل نہ بنجائے، ایسی حالت مین موجودہ تمدن کو جو ظہور عیسائیت کے پندرہ صدیون کے بعد نمودار ہوا ہو، مذہب عیسوی سے نسبت دینا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ نیز یہ کہ مسلمانون کی موجودہ حالت تنزل کو ان کے مذہب سے کس طرح منسوب کیا جاسکتا ہی؟ مسلمانون کا تمدن، جو ایکہزار برس تک قائم رہا، اس کی فوقیت کا سبب واحد یہی ہے، کہ وہ قرآن مجید مین بیان کئے ہوئے اصول پر مبنی تھا، کیا اسلام زندہ نہین رہا، ؟ اور اس مین جو ہیجان وحرکت پیدا ہورہی ہے اسکو دم واپسین سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، ؟ اس کا جواب وہی اثبات مین دے سکتا ہے، جسمین بہت تھوڑی عقل ہو،

ایک ایسا مذہب جس کی مدافعت کے لئے کرورون نفوس ہر ممکن طریقہ سے مستعد ہون انتہائی تنزل کی حالت مین نہین کہا جاسکتا، بلکہ اسکی عمر تو بہت طویل ہے،

جو شخص بخوبی غور کریگا اُسے متعدد آثار ایسے دکھائی دینگے (جیسے کہ سلطان عبدالعزیز کی موت دردناک طریقے سے، اور عرابی پاشا کی بغاوت) جو اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ مسلمان اب اپنی جماعت کے اتحاد، اپنے معاملات کی تقویت اور اپنی ابتری کی تنظیم کے لئے سعی بلیغ کر رہے ہین، اور اگر ہم گذشتہ پندرہ سال سے بلاد اسلامیہ کو جو ترقی نصیب ہوئی ہے، اس پر نظر ڈالین تو ہم پر واضح ہو جائیگا کہ مسلمان بیدار ہو چکے ہین، اور اس کے برعکس ایسی علامات پائی جاتی ہین جو یورپ والون کے مائل بہ تنزل ہونے پر دلالت کرتی ہین،

پس ارباب سیاست اور حکام کو دیکھن کو امور اسلامی نے اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ اپنے تئین تعصب سے علٰحدہ رکھین، لازم ہے کہ وہ موسیو ریناں کے اوہام کے پیرانہ ہون، بلکہ سلاطین عثمانیہ مین سے کسی فرمانروا کے اس مقولے پر عمل کرین کہ "قوت حدود مملکت وسیع کرتی ہے، اور عدل اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

موسیو مسمر کے مندرجہ بالا بیانات کے بعد نتیجہ صریح کے طور پر اسلام کے سیاست دانون سے یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ تمھارے لئے اپنے عادات و اطوار سے اپنی موجودہ حالت کی حفاظت اور ان الزامات کی مدافعت جو تمھارے اسلاف پر لگائے جائین ضروری ہے، اس کے بعد مستقبل کے لئے تمھین

تیار ہو جانا چاہئے، اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم تحصیل علوم کی طرف قدم
بڑھائے جاؤ، بقیہ امور سب دوسرے درجہ کی اہمیت رکھتے ہیں، اس لئے لازمی
ہے کہ مشرق میں وزارت تعلیمات کو سب وزارتوں میں اہمیت دیجائے کہ بلاد
اسلامیہ کی نجات حسب احکام قرآنی تعلیم ہی پر منحصر اور موقوف ہے،

(عربی مترجم)
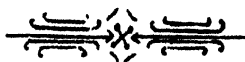
(جیسا کہ دیباچہ میں کہا گیا ہے شیخ جمال الدین افغانی مرحوم نے جو اس وقت
پیرس میں مقیم تھے، رینان کے خطبہ کا جواب دیا تھا جو جرنل دی دیبا بابت
۱۸ مئی ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا تھا، افسوس ہے کہ شیخ کا جواب دستیاب نہیں
ہو سکا، البتہ رینان نے جو جواب الجواب لکھا تھا وہ اس کی تقریر کے انگریزی
ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، جسکو ہم کتاب Poetry of the
Celtic Races and other Studies کے صفحہ ۱۰۳-۱۱۲
سے ترجمہ کرکے درج کرتے ہیں)

رینان کا جواب الجواب

(ایک حیرت انگیز ذہانت کے افغانی شیخ نے اپنے اثنائے قیام پیرس میں میرے
خطبہ پر رسالہ دیبا بابت ۱۸ مئی ۱۸۸۳ء میں بعض اعتراضات کئے ہیں جن کا جواب
دوسرے ہی دن اسی رسالہ میں میں نے دیا تھا، جو حسب ذیل ہے) (دیبا)
سوربون یونیورسٹی میں میری پچھلی تقریر پر شیخ جمال الدین نے نہایت

معنفانہ اعتراضات کئے ہین جو کل اہل دلچسپی کے ساتھ جس کے یہ مستحق ہین پڑھے گئے
اس روشن خیال ایشیائی کے ضمیر کو اس کے اصلی اور مخلصانہ مظاہر مین مطالعہ
کرنے کے لئے اس سے زیادہ سبق آموز طریقہ اور کوئی نہین ہی، چارون طرف
سے عقلیت کی تائید مین بالکل مختلف صداؤن کو سننے سے آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا
ہے کہ اگر مذہب انسانون کو متفرق کرسکتا ہی تو عقل ان کو متحد کرنے والی ہی۔
نفس انسانی کا اتحاد ایک زبردست اور اطمینان بخش نتیجہ ہے جو ٹھنڈے دل سے
غور و فکر کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جبکہ ان نام نہاد مافوق الفطرۃ الہامات کے
معاندانہ دعوے تہ کرکے ایک کونے مین رکھ دیئے جائین، مذہبی جوش اور توہمات
کے خلاف تمام دنیا کے متدین فلاسفہ اور عقلا کی جماعت دراصل ایک ناقابل
درک اقلیت ہے، لیکن یہی جماعت ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، کیونکہ یہ صداقت
پر مبنی ہے، اور اس کا انجام آخر مین کامیابی اور فتح و نصرت ہوگا، جبکہ انکے
مخالفین کے اساطیر ایک طویل حالت تشنج مین ختم ہوکر رہجائین گے،

تقریباً دو مہینے پیشتر شیخ جمال الدین سے میری ملاقات ہوئی،
جس کے لئے مین اپنے رفیق ایم، غانم کا ممنون ہون، اور زیادہ تر اسی کے
ساتھ میری گفتگو نے مجھے اپنے لکچر کے لئے "علمی روح اور مذہب اسلام کا
باہمی تعلق" کا موضوع انتخاب کرنے پر آمادہ کیا، شیخ جمال الدین ایک افغان
ہین جو اسلام کے تعصبات سے یکسر خالی اور تمام تر مبرا ہین، وہ ہندوستان

کی سرحد بلائی ایران کی ان طاقتور نسلون مین سے ہین جنہین اسلام کے
سطحی لباس کے نیچے آرین روح ابتک پوری قوت کے ساتھ جھلک رہی ہے،
یہ اس صداقت کا زبردست ثبوت ہی جس کا ہم نے کئی بار اظہار کیا ہی، کہ مذاہب
کی قدر و قیمت کا اندازہ ان نسلون کی قدر و قیمت پر سے کرنا چاہیئے، جو ان مذاہب
کو اختیار کیے ہوے ہون، ان (شیخ) کی آزاد خیالی، ان کی شریفانہ اور وفادارانہ خصلت
نے اون کی موجودگی مین مجھے یقین دلادیا کہ میرے پرانے ملاقاتون مین سے
ایک ابن سینا، ایک ابن رشد، یا ان زبردست ملحدین مین سے، جو پانچ صدیون
تک نفس انسانی کی نمایندگی کرتے رہے ہین، کوئی ایک دوبارہ زندہ ہوکر میرے
سامنے آگیا ہی، یہ تضاد مجھے خاص طور پر اس وقت نظر آیا جبکہ مین نے ایران کے
علاوہ دوسرے اسلامی ممالک کے مشاہدہ سے اس حیرت انگیز مشابہت کا مقابلہ
کیا، ان ممالک کی جہان علمی (سائنٹفک) اور فلسفیانہ شوق اس قدر نایاب شے ہی،
مذہبی فتوحات کے خلاف نسلی احتجاج کی ایک بہترین مثال شیخ
جمال الدین کی ہے جو ایسے موقعہ پر پیش کیجاسکتی ہی، وہ ان باتون کی تصدیق
کرتے مین، جو یورپ کے مستشرقین نے بار بار کہی ہین، یعنی کہ جاپان کو چھوڑ کر
صرف افغانستان ہی تمام ایشیا مین ایک ایسا ملک ہے، جو اکثر ان ترکیبی
عناصر کا حامل ہے، جس کو ہم ایک "قوم" کہتے ہین،

شیخ کے فاضلانہ مضمون مین مجھے صرف ایک نقطہ ایسا نظر آتا ہے

جس پر ہمین صحیح طور پر اختلاف ہی، یعنی ان عظیم الشان مجموعۂ واقعات مین جنکو فتوحات
اور سلطنتین کہتے ہین تاریخی تنقید کی بنا پر ہم جو امتیازات کرتے ہین ان کو شیخ تسلیم نہین
کرتے، سلطنت روما نے جو کئی باتون مین عربی فتوحات کے ساتھ مشترک تھی، لاطینی زبان
کو سولھوین صدی تک تمام مغربی دنیا مین نفس انسانی کا آلہ بنا دیا، البرٹس اعظم،
راجر بیکن اور اسپینوزا نے جو کچھ لکھا ہے وہ لاطینی زبان مین ہی، بایں ہمہ وہ ہمارے
نزدیک لاطینی نہین ہین، انگریزی ادبیات کی تاریخ مین بیڈ (Bede)
اور آلکوین (Alcuin) کا جو درجہ ہے وہی درجہ فرانسیسی ادب مین گرگوری
آف تورس اور اپیلارڈ کو حاصل ہی، یہ بات بھی نہین ہی کہ ہم تاریخ تمدن مین روما
کے کارنامہ کو بہ نسبت عربون کے کچھ کم سمجھتے ہین، مگر ضرورت اس بات کی
ہے، کہ انسانیت کے ان ماٰخذ کا تجزیہ کیا جائے، جو کچھ لاطینی زبان مین لکھا گیا ہی
اسمین روما کی عظمت نہین ہی، اور جو کچھ کہ یونانی زبان مین قلمبند کیا گیا ہی وہ ہیلانی کارنامہ نہین کہا
جا سکتا، اسیطرح جو کچھ کہ عربی مین لکھا گیا ہی وہ عربون کی پیداوار نہین ہی، جو کچھ کہ عیسائی ممالک مین کیلئے
کیا ہو وہ عیسائیت کا نتیجہ نہین ہی، اسیطرح جو کچھ اسلامی ممالک مین کیا گیا ہو وہ مذہب اسلام کا ثمرہ
نہین ہی، یہ ایک اصول ہی جسکو اسلامی اندلس کے مورخ کامل مسیو رینہارٹ دوزی نے جسکے ماتم مین
اسوقت یورپ کا علمی طبقہ سوگوار ہی، نہایت عقلمندی سے چسپان کیا ہی، اسلئے یہ طریقے نہایت
ضروری ہین، اگر ہم تاریخ کو غلط فہمی اور عدم صحت کی ایک کہانی نہ بنانا چاہتے ہون،
میری ایک بات جو شیخ کو غیر منصفانہ معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مین نے

اس خیال کو مکمل صورت مین پیش نہین کیا، یعنی کہ تمام الہامی مذاہب علوم ثابتہ (سائنس)
کی مخالفت پر مجبور ہین، اور اس لحاظ سے عیسائیت کو اسلام کے مقابلہ مین زیادہ متنفر ہونے
کی کوئی وجہ نہین ہی، لیکن اس مین کوئی شبہہ نہین ہوسکتا کہ گلیلو کے ساتھ کیتھولک
مذہب نے ایسا مشفقانہ برتاؤ نہین کیا جیسا کہ اسلام نے ابن رشد کے ساتھ کیا، گلیلو نے
ایک کیتھولک ملک مین اس مذہب کی موجودگی مین صداقت کو پا لیا جیسا کہ ابن رشد نے
ایک اسلامی ملک مین اسلام کی موجودگی مین عمدگی سے فلسفیانہ غور و خوض کیا، اگر
مین نے اس نقطہ پر زیادہ زور نہین دیا تو سچ پوچھیے تو اسکی وجہ یہ تھی کہ میری رائے مین
اس معاملہ مین اس قدر آشکارا ہو چکی ہین کہ مجھے ایسے لوگون کے سامنے جو میری
آراء سے بخوبی واقف ہین اسکو دہرانے کی ضرورت نہ تھی، میرا قول جس کے اعادہ کی
بار بار ضرورت نہین ہی، یہ ہے کہ نفس انسانی کو اگر اپنے ہی لازمی عمل کیلئے جدوجہد
کرنا ہے، تو اسکو مافوق الفطرت عقائد سے دور رہنا چاہئے، جو علوم ثابتہ کی تعمیر و
ترکیب ہے، اس سے مراد کوئی شدید تخریب یا علانیہ شکست و ریخت نہین ہے،
نہ اس کا یہ مطلب ہی کہ ایک عیسائی عیسائیت اور ایک مسلمان اسلام کو خیرباد
کہدے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عیسائیت اور اسلام کے روشن خیال طبقے ایک
ایسی رواداراانہ اختلاف کی حالت پر آجائین، کہ جس سے مذہبی عقائد مین کوئی
ہرج واقع نہین ہوتا، تمام عیسائی ممالک مین تو یہ مقصد نصف کے قریب حاصل
ہو چکا ہے، اور ہمین امید کرنی چاہئے، کہ اسلام مین بھی یہی حالت رونما ہو جائیگی

اور اس روز میں اور آپ سب مل کر ایک دوسرے کو مبارکباد دین گے،

مین نے یہ نہین کہا کہ تمام مسلمان بلا امتیاز نسل سب کے سب جاہل ہین اور ہمیشہ جہالت مین غرق رہین گے البتہ مین نے یہ کہا ہی کہ اسلام سائنس کے راستہ مین بڑی مشکلات پیدا کر دیتا ہی اور بدقسمتی سے وہ پانچ چھ صدیون تک اپنے زیر اقتدار ممالک مین اسکو دبا دینے مین کامیاب بھی رہ چکا ہی نیز یہ کہ ان ممالک کے لئے یہی سبب انتہائی تنزل کا ہے، مین یقیناً اس بات کو تسلیم کرتا ہون کہ اسلامی ممالک مین احیاء علوم اسلام کی وجہ سے نہ ہوگا، بلکہ یہ اسلام کی کمزوری ہی سے ظہور پذیر ہوگا، جیسا کہ بالتحقیق عیسائی ممالک مین ازمنۂ وسطی کے جابرانہ کلیسائے عیسوی کی بربادی ہی زبردست ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، بعض لوگون کو میرے خطبہ مین ایک خیال مذہب اسلام کے حلقہ بگوش افراد کے خلاف نظر آیا ہی لیکن یہ کسی طرح سے صحیح نہین ہی، دراصل خود مسلمان پہلے پہل مذہب اسلام ہی کے زخم خوردہ ہین، مین نے ایک سے زائد مرتبہ اپنی سیاحت کے دوران مین ایسے لوگون کو دیکھا ہی، جو عوام الناس کو جابرانہ اقتدار کیساتھ مذہبی تحکم مین رکھتے ہین، لہذا مسلمان کو اس کے مذہب سے علیحدہ کرنا اسکی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی، ان اسلامی آبادیون کو جنمین کئی عمدہ عنصر موجود ہین اسلام کے جوئے سے سبکدوش کرانے کی خواہش رکھنے سے مین نہین مانتا کہ مجھے انکی جانب کوئی معاندانہ خیال ہے، اور چونکہ شیخ جمال الدین چاہتے ہین کہ مین مختلف مذاہب کا آپس مین توازن بھی قائم رکھون تو مین ہرگز تسلیم نہین کر سکتا کہ مین یورپین

ممالک کا بدخواہ ہون، اگر مین یہ خواہش ظاہر کردن کہ عیسائیت کا اقتدار ان پر سے کم ہو جائے،

ان مختلف نقاط پر آزاد خیالون مین کوئی شدید اختلاف نہین ہے کیونکہ خواہ وہ اسلام کے موافق ہو یا نہ ہو لیکن سب کے سب اسی عملی نتیجہ پر پہنچے ہین کہ مسلمانون مین اشاعت تعلیم کی ضرورت ہے، اور یہ بالکل صحیح ہے اگر تعلیم سے سیرۃ کی وہ سنجیدہ تعلیم مراد لیجائے جس سے عقل کی تربیت ہوتی ہے، اگر اسلام کے مذہبی معتقد اس بہترین کام مین حصہ لین گے تو مجھے بڑی مسرت ہوگی لیکن صاف صاف کہون تو، مجھے شبہہ ہے کہ وہ ایسا کرین گے، ممتاز شخصیتیں جنہین شیخ جمال الدین جیسی نامور ہستیان بہت تھوڑی ہونگی، ایسی نکلین گی جو اسلام سے اپنا تعلق ترک کر دین گی، جیسا کہ ہم نے اپنے تئین مذہب کیتھولک سے علٰحدہ کر لیا ہے، وقت آنے پر بعض ممالک مذہب قرآنی کے ساتھ ہاتھ سے نکل جائین گے لیکن مجھے شک ہے کہ احیائے علوم کی تحریک سرکاری طور پر اسلامی امداد کے بغیر حاصل ہو سکے یورپ کی نہضتہ علیہ کبھی کیتھولک مذہب کی امداد سے نہین ہوئی اور اسوقت بھی، اور ہمین اس پر تعجب کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے کیتھولک مذہب بنی نوع انسان کی عقلیت کے مکمل حصول کے خلاف یعنی نام نہاد الہامی عقائد سے علٰحدہ ایک غیر جانبدارانہ حالت کے خلاف جدوجہد کر رہا ہے،

ایک اصلی قانون کے طور پر انسانون کے لئے آزادی اور عزت کو سب

مقدم رکھنا، مذاہب کو نہ مٹانا، بلکہ فطرت انسانی کے آزادانہ مظاہر کے طور پر ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا، مگر ان کی تصدیق نہ کرنا، اور زیادہ تر یہ کہ انکے معتقدین کے خلاف جو ان مذاہب کو ترک کرنے پر آمادہ ہون، انکی مدافعت نہ کرنا، اور یہ باتین متمدن سوسائٹی کے فرائض مین داخل ہین، اسی طرح ادبیات یا ذوق طبیعت کی مانند مذاہب کو آزادانہ مطالعہ کے لئے پیش کرنے سے ان کی تبدیل ہیئت ہوجائیگی، اور اس طرح وہ سرکاری اور مادی قیود سے آزاد ہوجانے کے بعد بالکل علٰحدہ ہوکر اپنی خامیون کا بہت سا حصہ کم کردینگے۔ بالفعل اگرچہ یہ سب خیالی باتین معلوم ہوتی ہین لیکن مستقبل مین یہ سب بھی ثابت ہونگی، آزادی کے دور مین ہر مذہب جو بہت سے عمل اور ردعمل کے بعد انسانی سوسائٹیون پر اپنا تسلط جمانیوالا ہوگا وہ کیونکر اسی طرح مرکب حالت مین رہ سکیگا، اس مسئلہ پر چند سطرون مین بحث نہین ہوسکتی، مین نے اپنے خطبہ مین صرف ایک تاریخی مسئلہ کو چھیڑنا چاہا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جمال الدین نے متعدد دلائل پیش کئے ہین میرے ان دو اصولی نظریون کی تائید مین کہ :-

(۱) اپنی پچھلی نصف زندگی مین اسلام نے علمی تحریکات کو اسلامی سرزمین مین پیدا ہونے سے نہین روکا،

(۲) بعد کی نصف زندگی مین اس نے اپنی بدقسمتی سے اپنی ملکی حدود مین علمی تحریک کا گلا گھونٹ دیا،

(سید امیر علی مرحوم نے اپنی قابل قدر کتاب "اسپرٹ آف اسلام" کے ضمیمہ نمبر ۳ مین رینان کے لکچر کی نسبت جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کو ہم یہان اردو ترجمہ مین نقل کرتے ہین)

"بمبئی کے اخبار سوشیل ریفارمر (مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۱ء) مین "اسلام مین آزادانہ تحریکات" کے عنوان سے جو توصیفی مضمون شائع ہوا ہے اس نے مجھے موسیو رینان کے بعض اقوال کی طرف متوجہ کیا، جو اس نے مارچ ۱۸۸۳ء مین سوربون یونیورسٹی مین دیئے ہوئے لکچر مین بیان کئے ہین۔ اس لکچر مین موسیو رینان نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام علوم کا مخالف ہے، نیز یہ کہ مسلمانون مین علمی مشاغل کا رواج اسی وقت ہوا جبکہ مذہب کمزور ہو گیا، وہ کہتا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے جیسا کہ بارہا کہا گیا ہے، کتبخانہ اسکندریہ کو نہین جلایا کہ وہ تو پہلے ہی سے نیست و نابود ہو چکا تھا، لیکن وہ اصول جس کو حضرت عمرؓ نے دنیا مین کامیاب بنایا، صحیح معنون مین علمی تحقیقات اور نفس (انسانی) کے

مختلف کا نا موں کے لئے مجزب تھا۔"

"ابن رشد اور اس کا فلسفہ" کے مصنف کے ایسے لغو اور وحشیانہ بیان کی صحت پر فوراً شیخ جمال الدین نے جو اس وقت پیرس میں مقیم تھے، اعتراض کیا تھا، رینان نے اس کا جو جواب دیا ہے، وہ بھی سبق آموز ہے، جس میں اس فاضل فرانسیسی کو اپنے عام اعتراضات کی تخصیص کرنی پڑی ہے اور ماننا پڑا ہے کہ مذہب اسلام سے اس کی مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب سے ہے، جیسا کہ اسلامی اقوام کا جاہل اور متعصب طبقہ مانتا ہے، یہاں میں اس کے جواب کا وہ حصہ جس میں اس نے اپنی تعریفات کو محدود کر دیا ہے، نقل کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنے میں مدد ملے ...... [1]

"نہایت افسوس کی بات ہے کہ یورپین علماء عام طور پر اسلام کی ادنیٰ ہیئت کا مقابلہ مسیحیت کی اعلیٰ صورت کے ساتھ کرنے پر مصر ہیں، تمام مذاہب کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں آب و ہوا، ملک کے اقتصادی حالات، ماحول اور لوگوں کی تعلیم و تربیت، قومی خصائص اور کئی دوسرے اسباب کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے، موجودہ خیالی مسیحیت کا اسلام کی بدترین صورت کے ساتھ مقابلہ کرنا یہ انسانی احساس اور ذہانت کی توہین ہے، اپنی اس تصنیف

---

[1] اس کے بعد مصنف نے رینان کے جواب کا ایک اقتباس پیش کیا ہے جس کا ترجمہ ضمیمہ نمبر ۱ میں دیا جا چکا ہے۔

(اسپرٹ آف اسلام) مین مین نے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح
اسلام نے دنیا کی ذہنی تحریک کو ترقی دی، کس طرح اس نے قریب مرگ
دنیا مین جان ڈال دی، اور کس طرح اس نے تہذیب وتمدن کو عروج پر
پہنچایا، یہ وہ اسلام نہین تھا جو آج کل کے جاہل اور متعصب، مطلب پرستون
اور مفسدہ پردازون کا مذہب ہی، با این ہمہ یہ وہی اسلام اپنے اعلیٰ اور
شریفانہ معنون مین تھا، مین نے اس تنزل وانحطاط کے صحیح اسباب بتانے کی
بھی کوشش کی ہے، جو اسلامی اقوام مین رونما ہوا، ممکن ہے میرے خیالات اسلام
کے اس نکتہ چین کو مطمئن نہ کرسکین، جو پہلے ہی سے تعصب سے بھرا ہوا ہے یا جو
اس مذہب کے آخری پیروون سے اس کا اندازہ کرتا ہے، اسی کے ساتھ مین یہ
کہنے کی بھی جرات کرتا ہون کہ میرے بیانات تمامتر تاریخی حقائق پر مبنی ہین،

. . . .

موسیو رینان کا ایک بیان ایسا ہے جو واضح تردید چاہتا ہی، اس نے
اپنی تقریر مین یہ الزام لگایا ہی کہ "عربی فلاسفہ اور علما مین سوا الکندی کے
جو خالص عرب تھا، باقی سب کے سب ایرانی تھے یا ماورار النہری اور اندلسی
یا بخارا اور سمرقند یا قرطبہ اور اشبیلیہ کے باشندے تھے، نہ صرف یہ لوگ نسل
کے لحاظ سے عرب نہ تھے، بلکہ دل ودماغ کے لحاظ سے بھی وہ عربی نہین تھے"
اس فرانسیسی فاضل سے ذاتی طور پر واقف ہونے کا شرف مجھے حاصل ہوچکا تھا

اور اس کی یاد عزت کی مستحق ہے، مگر اس کا یہ عام اعتراض یقیناً صداقت سے معریٰ ہے، ابن خلکان کی وفیات الاعیان، تاریخ الحکما، اور اس قسم کی دوسری کتابون سے معلوم ہو گا کہ یہ بیان کس قدر غلط ہے، ان کتابون مین ان مشاہیر کے حالات مین جو انساب دیئے گئے ہین، ان سے معلوم ہو گا کہ ان علماء و فضلاء کی بڑی تعداد، خواہ وہ بیرون عرب پیدا ہوئے ہون نسلاً عربی تھے، غالباً موسیو رینان یہ تو تسلیم نہ کرین گے کہ حضرت علیؓ فلسفی تھے مگر اون کی اولاد مین سے حضرت جعفر الصادقؒ اور حضرت علی رضاؒ یقیناً اس لقب کے مستحق تھے، ان مین سے حضرت جعفرؒ تو ایک سائنٹسٹ بھی تھے۔ جابر بن حیان یا (GEBER) جس کو موجودہ فن کیمیا کا باوا آدم سمجھا جاتا ہے، اس نے یقیناً حضرت جعفرؒ کی جمع کردہ معلومات پر اپنی معلومات کی بنیاد رکھی ہو، یہ مسلمہ ہے کہ الکندی "فیلسوف العرب"، کندہ کے شاہی خاندان سے اور عرب العرباء کی خالص نسل سے تھا، مگر یہ معلوم نہین ہے کہ یحییٰ بن علی بن منصور بھی خالص عرب تھا، اور نہ یہ معلوم ہے کہ علی بن یوسف قبیلہ صدف کے خاندان سے تھا جو بقول ابن خلکان، حمیر کے اس قبیلہ سے تھا جو مصر مین سکونت پذیر ہوا تھا جاحظ ابو عثمان الکنانی اللیثی مشہور معتزلی فلسفی المتوفی ۲۵۵ھ ۸۶۹ء ساکن بصرہ ایک خالص عرب اور بنو کنانہ کے خاندان سے تھا، ابن باجہ، (AVEN PACE) نسلاً تجیبی تھا، ابن خلکان کا بیان ہے

کہ تجیب اشرس ابن السکون کی بیوی، اور عدی و سعد کی ماں کا نام ہے، جو ثوبان بن ثلیم بن مرنیس کی بیٹی تھی، اور اس کے دونوں بیٹے اسی کی نسبت سے تجیبی کہلاتے تھے،

ابن زہر کا خاندان عرب کے قبیلۂ ایاز بن نفر سے تھا، اور اس لحاظ سے ایازی کہلاتا تھا،

مشہور نحوی خلیل ابن احمد بنی ازدمین سے تھا، اندلسی مورخ اور فلسفی ابن بشکوال انصار مدینہ کے خاندان سے تھا، جو اندلس میں آباد ہوا، مسعودی (مورخ) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابی حضرت مسعود کی اولاد میں سے تھا اور اسی لئے مسعودی کہلایا، ابن الاثیر (مورخ) بنو شیبان کے خاندان سے تھا، سیاست مدن کا ماہر اور فقیہ الماوردی بصرہ کا باشندہ اور خالص عرب تھا،

سپاہی اور سیاست دان، فلسفی اور شاعر اسامۃ بنو کنانہ کے خاندان سے تھا،

شریف المرتضیٰ مصنف الغرر والدرر اپنے زمانہ کے نامور عالم امام علی رضا کی اولاد میں سے تھے،

ابن طفیل قبیلہ بنی قیس میں سے تھا اور قیسی کہلاتا تھا،

ابن خلدون یمن کے اس خاندان سے تھا، جو حضرموت سے آکر اندلس میں آباد ہو گیا تھا، اور اس لحاظ سے حضرمی کہلاتا تھا،

مین نے یہ نام بیک نگاہ چن کر پیش کر دیئے ہین، اگر کوئی شایق کتب مذکورۂ بالا کتاب مین تلاش کرے تو بے شمار مثالین پیش کر سکتا ہے۔[1]

یہ کہنا کہ یہ لوگ عرب اور عربی النسل نہ تھے یقیناً بہت بڑی جسارت ہے، اور مین بھی اسی ناروا جسارت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہون کہ چونکہ لانگ فیلو، چینگ، ایمرسن، اور ڈریپر امریکہ مین پیدا ہوئے لہذا وہ انگلو سیکسن نہین تھے۔

کتبہ
(۱۹۵۸ء)

[1] نیز دیکھو وستنفیلڈ کی کتاب "گشتے عربیہ" ذہبی کی تاریخ اسلام اور کاسیری کی ببلوتھیکا عربیکا۔